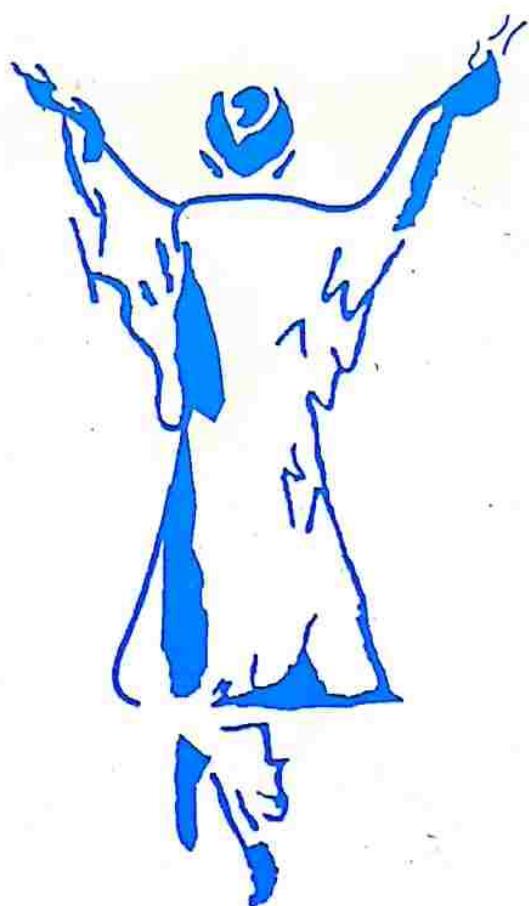
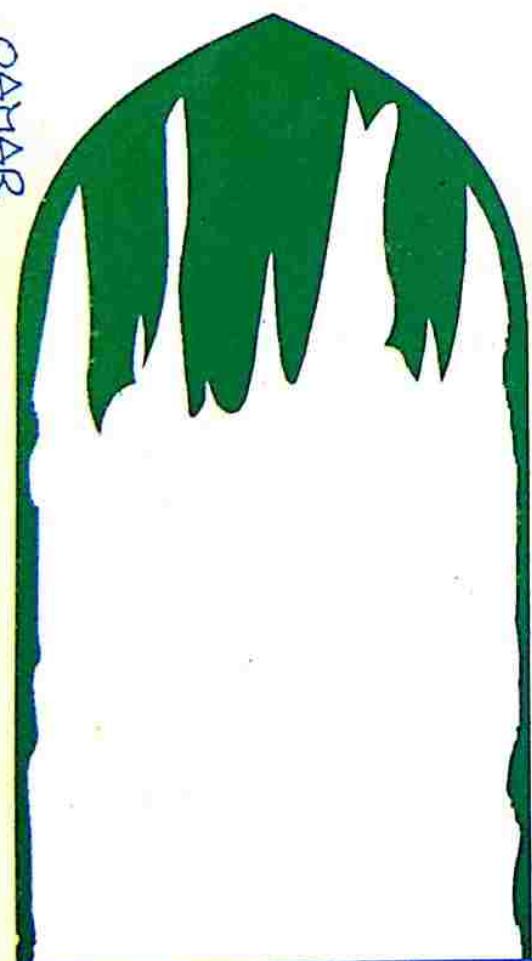


لوگو ماننامہ  
اُردو چینل

اردو چینل

[www.urduchannel.in](http://www.urduchannel.in)

QAHAR



Rs. 5/-

Monthly Adabi  
**URDU CHANNEL**

## آغاز

مولانا عتیق الرحمن قادری

مولانا موصوف ۱۹۳۲ء میں قریب چند رپورٹ صلاح در بھنگہ بہار میں پیدا ہوئے ابتدائی تعلیم وطن میں اور ثانوی تعلیم مدرسہ بشارت العلوم کھرا ایاں پھرا در بھنگہ میں حاصل کی اور عالمیت، فضیلت کے لئے ایشیاء کی عظیم دینی یونیورسٹی دارالعلوم دیوبند تشریف لے گئے۔ اس دوران انہیں حضرت شیخ الاسلام مولانا حسین احمد مدھی کی صحبت با برکت بھی حاصل رہی۔ فراغت ۱۹۵۷ء میں ہوئی اس کے بعد پھر مدرسہ بشارت العلوم میں مدرس رہے اور بعدہ مہتمم ہوئے اس اثناء میں تدریسی انتظامی و تصنیفی فرائض انجام دیے۔ ۲۱ اگست ۱۹۸۹ء کو داعی اجل کو لبیک کہا اور وطن ہی میں مدفون ہوئے۔

### منظوم ترجمہ سورۃ فاتحہ

وہی ہے حمد کے لائق خدائے بر ترب والا  
جو ہے ساری خدائی کا اکیلا پانے والا  
نہایت رحم والا ہے بڑا ہی مہرباں ہے وہ  
بروز خر سارے حکمرائی کا حکمرائی ہے وہ  
تری ہی بندگی کرتے مدد بھی چاہتے ہیں ہم  
وکھادے راہ سید ہی بھیک اسکی مانگتے ہم  
انھیں کی راہ پر لے چل ترالنعام ہے جن پر  
نه ان کی راہ پر لے چل ترالازام ہے جن پر  
ترا جن پر غصب نازل ہوا ان سے بچا مولی  
نہ گمراہوں کی راہوں پر چلا سن لے دعا مولی

لرڈ جین

ستمبر



اردو کاؤنسل کا

لُوہی ماینامہ

# اردو چینل

کتابی سلسلہ

سرپرست: عبد النبی عزیزی

مدیران: عبد اعظم اعظمی

قمر صدیقی

فی شمارہ: ۵ روپے سالانہ: ۵۰۰ روپے

خط و کتابت کا پتہ:

ماہنامہ ادبی اردو چینل

۳۱۲۱، گجان کالونی، گوئٹھی، ممبئی ۳۰۰۰۲۳

فون: 5577863 - 5587860

فیکس: 6140621

email: rehman shaikh @hotmail. com

مردم: قمر صدیقی

ایڈٹر پرنسپل پرنسپل شمس قمر صدیقی / سید علی نے شاہین پبلیکیشنز  
سے چھپا کر دفتر اردو چینل سے شائع کیا

3

## بحث

نی نسل نی شاعری

☆ عبد النبی عزیزی  
☆ قمر صدیقی

6

## تحقیق

اقبال کی ایک لطم .....☆ اکبر حیدری کشمیری

8

## پوسٹ مارٹم

اختر الایمان اور اردو غزل ..☆ شہرام سرمدی

11

## کہانی

ایک کفن اور .....☆ اشتیاق سعید

15

## اسلامیات

لَا إِلَهَ إِلَّا اللَّهُ وَحْدَهُ الْوَجْدُ .....☆ قمر صدیقی

18

## غزلیں

☆ زیر شفائل ☆ من موہن تھے ☆ کرشن کمار طور

☆ غلام مر لقظی راہی ☆ شرون کمار درما ☆ اندر سروپ

سریو استوا ☆ انجم عرفانی ☆ ڈاکٹر زلیش ☆ مناظر عاشق

ہر گانوی ☆ نظام ہاتھ ☆ قربان آتش ☆ شیم قاسی

☆ مهدی پرتاپ گڑھی ☆ اعجاز ہندی ☆ سید ریاض

☆ صابر زاہد ☆ ضمیر یوسف ☆ شاد قاسی

28

## علم عروض

30

## کلاسک

☆ منیر شکوه آبادی .....☆ فانی بدالوئی

31

## نظمیں

☆ مناظر عاشق ہر گانوی ☆ شاہد ٹیم ☆ ساجد حمید  
☆ راشد جمال فاروقی ☆ رئیس الدین رئیس  
☆ راشد انور راشد ☆ ضمیر یوسف ☆ غزال ضیغم  
☆ شہاب اختر

37

## منی افسانے

☆ قریش جلال بھڑگانوی

39

## کلچر

جرائم کی معشیت .....☆ مسرت شاہین

41

## دھنک رنگ

42

## حالی پیلی

43

## خطوط

# نسلی شعری

بلکہ یہ نسل بین الاقوامی سماجی ثقافت کے کو گسی پنجون میں بھنسے آج کے انسان کے شارح ہے۔ فسطائیت کے نفسیاتی اخلاقی اور سماجی مظاہروں آشنا یہ نسل جرأت اظهار عقلی آئندہ بندی ہمکلامی اور تصادمات شناسی کی علم بودار ہے۔

ہر دور کا ادب اپنے عہد کا سطور مرتب کرتا ہے۔ اپنے دور کو زبان اور اپنے دور کے استعارے وضع کرتا ہے۔ لہذا اپنا پناہ دور اور اپنی اپنی عصری تخلیقات یہ حقیقت ہے اچھے ادب اور سچے ادب کی..... آج بالآخر جدید عہد کے بطن سے جنم لینے والی نئی نسل کی نئی شاعری ہر ایک زوایت سے موضوعات اور تکنیکوں کے نئے منطقوں کے فاصلے طے کر رہی ہے تو یہ اتنی حیرت انگیز بات بھی نہیں ہے۔ نئی نسل کے شاعر اور نظریہ ساز کو لحو کے بیل نہیں ہیں یا تقدیر پرست نہیں ہیں کہ ایک ہی دائرے میں پچکر لگاتے رہیں۔

نئی نسل نے جب آنکھ کھولی تو اپنے آپ کو نئی صفتی اقدار کی زنجیروں میں جکڑا ہوا پایا۔ نئی سائنسی اور فکری دریافتوں کی وجہ سے انسانی تمدن کے قدیم ڈھانچوں کو بے رحمی سے متزلزل ہوتے دیکھا۔ صفتی اور تجارتی شہروں کے پھیلاؤ اور انسانی آبادی میں اضافے صورت حال میں میکانیٹ اور لامعنویت کے تصورات کو سُنگ بنیاد پایا۔ اسی دھماکوں سے پسمندہ علاقوں کے انسانوں کی سانوں میں چھپی اندھی موت کی ہنتیوں کو دیدنی بنا لیا۔

کپیوٹر کی ایجاد

ائز نیٹ، سائبرا پس

اطلاعاتی شاہراہ

سیارہ جاتی انقلاب

نے جہاں ایک طرف انسانی ذہن کے تخلیقی منطقوں کو میکانگی بنادیا ہے۔ وہیں ان ہوش ربات کی ایجادات کے باعث آج کا انسان داخلی تہائی کے سیہ غاروں اور اجتماعی انتشار کے لق و دوق صحر اوں میں مسلسل تصادم اور تجارت کی

زندگی گزارنا نظر آرہا ہے.... لبذا کبھی وہ کسی راہ گم کردہ مسافر کی مانند بے معنویت کے تاریک جنگلوں اور ابہام کے بھیانک براعظوں کی اور جانکھا ہے اور کبھی ذاتی مغادرات کے زیر دست ہو کر لائج، خود غرضی، خود حناظی، خود لذتی کے پھر یہی حصاروں میں قید ہو کر اپنے اطراف کی زندگی سے لاتعلقی کا اظہار کرتا ہے۔

آج کی صدی میں تجزیہ اور تغیری قوتیں یکساں سرعت کے ساتھ مصروف عمل ہیں۔ ابلاش کے ہائل روز افروں ہیں، مگر Commication gap بھرتا ہی نہیں۔

انسانوں کے درمیان ذہنی فاسطے، فکری بعد، اور جذباتی فرنگ پہلے سے سوا ہو گئے ہیں۔  
مزوجہ نہ ہبی اقدار، نفیات، نلٹے، اور فون اٹیفہ کے تصورات کی زد پر ہیں۔

لبذا آج کا انسان مخصوص نظام اقدار کے سہاروں سے محروم ہو گیا ہے، تھائی اجنیت اور جلاوطنی کے تصورات آج کے انسان کا مقدر تھہرے ذات اور فرو کی ادا اور خود حناظی کے حصاروں نے شیائیت چینلوں کا روپ دھارن کر کے بے راہ روی، لذت پستی، تیش انگیزی اور لا تعلقی ہیے کوتاہ، قد اقداروں کی تشبیہ شروع کر رکھی ہے۔

نطیش نے شاید اسی قسم کی صورت حال کے مد نظر خدا کی موت کا اعلان کیا تھا اور انسان سے اس کا آخری اور دائی سہارا بھی چین لیا تھا مگر آج کا شاعر یا اویب اس صورت حال میں نہ خدا کی موت کا اعلان کرتا ہے اور نہ ہی بریخت کی مانند چلتا ہے کہ انسان مرچکا ہے بلکہ نئی نسل کی شاعری بُنی اور آزو بُوی کے گیتوں کے متلاشی ہے۔ وہ دھان کے کھیتوں اور میڈیوں پر اگلی گھاس کی خوشبوں کو جہازوں اور ٹینکوں کی یلغار اور بارود کے دھوئیں سے بچانے کے جتنی میں نفر ریز ہیں۔ وہ انٹر نیٹ، سائبر ایسیس اور اطلاعاتی شاہراہ کی بھیول بھلیاں سے باہر آکر پل دوپل آموں کے باغوں اور کھیوں کی مینڈوں پر ستانے کی خواہش رکھتے ہیں۔ ایسا نہیں ہے کہ یہ نسل مابعد جدید دور کے طبقات تضادات کا گمرا شعور نہیں رکھتی ہے بلکہ یہ نسل میں الاقامی سامر اجی ثافت کے گر کسی پیشوں میں پھنسنے آج کے انسان کی شارح ہے۔

فسطائیت کے نفیاتی، اخلاقی اور سماجی مظاہر سے آشنا یہ نسل جرأت اظہار عقلی آئندہ بندی، ہمکلامی اور تضاد شناسی کی علم بردار ہے۔

### بڑی زبان کا زندہ رسالہ

تر تہب

سرہائی **ذہنِ جدید** کی ایک اور دستاویزی پیشکش

زبیر

۸۰ عرب کے بعد کی شاعری پر خصوصی شمارہ

رضوی

ملنے کا پتہ: پوسٹ بائس نمبر 9789، بلی 251002

## جدیدیت ما بعد جدیدیت اور نئی نسل

نئی نسل نہ صرف بنیاد پرست جدیدیت سے اپنا دامن بچایا بلکہ ”طلسم پیچ و خم کیا ہے دل شوریدہ کا کل“ والی ما بعد جدیدیت سے بھی بہت حد تک کنارہ اختیار کیا۔

جدیدیت اور ما بعد جدیدیت کے جھگڑے نے آج اردو زبان و ادب کو جتنا نقصان پہنچایا ہے اتنا تو شاید اردو دشمنوں نے بھی نہیں پہنچایا (یعنی مہمل گوئی کی حد تک ابہام گوئی کی وکالت کی وجہ سے اب دیکھنا یہ قاری ادب سے دور ہو گیا اور اس نے ڈاچمنوں میں جا کر پناہ لی اور اب ما بعد جدیدیت سے تو ایسا لگتا ہے کہ بقیہ قارئین کا بھی خاتمہ ہو جائے گا۔ ۹۰، Fresh نسل ابھر کر سامنے آئی ہے غالباً اس نسل نے ان کوشش میں امور پر سمجھیگی کی ساتھ سوچ و چار کیا ہے۔ یہ بات تو چ ہے کہ نئی نسل نے جب آنکھ کھولی تو خارجی طور پر نیا صفتی کس حد تک تمدن صارفیت، نئی سائنسی اور فکری دریافت کیا ایک مٹھیں مارتا سمندر اس کامیاب ہوتی کے سامنے تھا مگر اس کے ساتھ ساتھ نئی نسل کے سامنے ایک بالکل نیا فکری منظر نامہ بھی تھا۔ اس وقت بنیاد پرست جدیدیت، بستر مرگ پر پڑی تھا اور ما بعد جدیدیت نے اپنا پاؤ پارنا شروع کیا تھا نئی نسل نہ صرف بنیاد پرست جدیدیت سے اپنا دامن بچایا بلکہ طلسم پیچ و خم کیا ہے دل شوریدہ کا کل ”والی ما بعد جدیدیت سے بھی بہت حد تک کنارہ اختیار کیا۔ نئی نسل نے ان دونوں کے درمیان سے اپنی راہ نکالنے کی کوشش کی ہے۔ اب دیکھایہ ہے کہ یہ نسل اپنی کوشش میں کس حد تک کامیاب ہوتی ہے۔

## اقبال کی ایک نادر الوجود نظم تاج محل

### کی شان نزول

ہمارے پاس اسی شہادتیں موجود ہیں کہ علامہ اقبال کبھی کبھی مختلف تجارتی کپنیوں کی تشریف و فروغ کے لئے اشتہاری تحریریں بھی لکھا کرتے تھے۔ انہوں نے غالباً سب سے پہلی تحریر میتوں فیچر بہتی و دہلی کو "تاج روغن د آبلہ بنول" کے عنوان سے اس طرح لکھی تھی۔

"یہ کہہ سکتا ہوں کہ تاج کے استعمال سے دماغ کو آرام اور قلب کو راحت ملتی ہے۔ مجھے یقین ہے کہ یہ خوش رنگ اور معنا تیل ہندوستان کے دل و دماغ پر حکومت کرے گا۔"

یہ اشتہار مولوی عبد الكلام آزاد کے "الہلال" مجلہ مورخ ۱۵ جولائی ۱۹۱۳ء (صفحہ) میں شائع ہوا تھا۔ اقبال کے خطوط سے معلوم ہوتا ہے کہ "تاج کپنی لمیڈیہ لاہور" کا ادارہ ۱۹۲۳ء میں قائم ہو چکا تھا۔ موصوف نے اس کا ذکر اپنے ایک خط مورخ ۲۰ اکتوبر سال مذکورہ میں چودھری غلام رسول مہر کے نام کیا تھا۔ ۲۸ اگست ۱۹۲۳ء کے خط بام سید نذر نیازی سے واضح ہوتا ہے کہ علامہ "بال جبر محل" اور "سافر" دونوں کتابیں تاج کپنی لمیڈیہ لاہور سے شائع کروانا چاہتے تھے۔ لیکن معاملہ طے نہ ہو سکا۔ سید نذر نیازی کے نام اقبال کے ایک اور خط مورخ ۲۵ نومبر ۱۹۲۵ء سے ظاہر ہوتا ہے کہ اقبال اپنی کتابیں خود جپواتے تھے۔ تاج کپنی کو فروخت کے لئے ۲۳ نومبر کیش یعنی ۲۳ آنے فی رو پیہ دیا جاتا تھا۔

شیخ عایت اللہ میٹنگ: اڑ کفر تاج کپنی لمیڈیہ لاہور یورپ کی واپسی پر علامہ سے ملاقات کے متینی تھے اور اس کے لئے وقت کا تعین بھی چاہتے تھے۔ مزید برآں ضرب کلیم کے بارے میں بھی گنتگو کرنا چاہتے تھے۔ علامہ ان کو ۲۳ جون ۱۹۳۶ء کے خط میں مطلع کرتے ہیں۔

"یورپ سے من الخیر واپس آنے کی مبارک باد میں تمام دن گھر میں ہوتا ہوں۔ آپ جس وقت چاہیں تشریف لائیں۔ صبح کا آنٹھ بجے یا نوبجے بہتر ہو گا۔ اگر یہ وقت آپ کے لئے موزوں نہ ہو تو شام چھ سات بجے۔ ضرب کلیم کی طباعت اس ماوکے آخر ختم ہو جائے گی۔ انسوں ہے کہ اس میں غیر معمولی تاخیر ہو گئی۔ اس میں میرا تصور نہیں۔ پر یہ کا قصور ہے۔"

اس خط کا عکس سب سے پہلے تاج کپنی لمبیڈ کی شائع کردہ کتاب "دیات اقبال" مرتبہ چانس حسن صرف ۱۹۳۸ء میں شائع ہوا تھا۔ کتاب میرے کتب خانے میں موجود ہے۔ راقم الحروف کی رائے میں شیخ عثایت اللہ نے علامہ اقبال سے دور ان گفتگو تاج کپنی لمبیڈ لاہور کی شہرت کے لئے کسی اظہم کی درخواست کی تھی جو انہوں نے تاج کے نام کی مناسبت سے "تاج محل" کے عنوان سے تصنیف کی۔ یہ تاریخی اظہم اقبال کے کسی مجموعہ کام یا کسی اور کتاب میں راقم کی نظر سے نہیں گذری۔ اس کی دریافت کا سہرا ہمارے بزرگ دوست، جناب پندت دوار کا تجو کول (سابق اسپکٹر) جزل پوسٹس حکومت جموں و کشمیر) کے سر ہے۔ جب کول صاحب سے اظہم کی دریافت کے بارے میں پوچھا گیا تو انہوں نے ۱۵ ارجوی ۱۹۹۹ء کو ایک تفصیلی خط لکھا۔ ذیل میں غیر ضروری باتوں سے قطع نظر ۱۴ درج کیا جاتا ہے۔

"میں سری گمراہ سے ستمبر ۱۹۳۸ء کو لاہور روانہ ہوا۔ میں نے سری گمراہ سے ایف ایس سی کا امتحان اعزاز کے ساتھ پاس کیا تھا۔ بلکہ میں پنجاب یونیورسٹی میں اس کا امتحان میں فشود رہا۔ میرے والد صاحب نے جو پوسٹ کے ایک اعلیٰ افسر تھے مجھے لاہور گورنمنٹ کالج میں ہرید تعلیم حاصل کرنے کے لئے بھیجا۔ چنانچہ میں گورنمنٹ کالج سے ایم۔ اے انگریزی ادب میں پاس کر کے سری گمراہ لوٹا۔ ان دونوں کے ڈائرکٹر تعلیم خواجہ سیدین نے مجھے ایس پی کالج سری گمراہ میں پیغمبر کے عہدے پر فائز کیا۔"

میری اردو اور انگریزی ادب سے بہت دلچسپی رہی ہے۔ یہ کہنا مشکل ہے خاص کر ۲۰ سال کے عرصے کے بعد کہ یہ اظہم میں نے پہلی بار کب اور کہاں دیکھی۔ شاید تاج کپنی کی کسی اشاعت میں تھی۔ چنانچہ میں نے فضل کی اور بسا اوقات سری گمراہ میں بھی احباب کو ساتارہا۔ اب یہ میرے حافظے کا حصہ بن گئی ہے۔ ذیل میں اقبال کی یہ نادرتیاب مرکز اراظہ جناب کول صاحب کے حوالے سے درج کی جاتی ہے۔

## تاج محل

چشم بینار و خضر ممتاز کی تعمیر دیکھے	سُنگ مرمر میں کبھی تختیل کی تصویر دیکھے
دیکھے نور افشا نی گنبد شبِ مہتاب میں	ہے لبِ جمنا پے گویا مہروشن خواب میں
اللہ اللہ کس قدر عجیب سامنظر ہے یہ	واقعی شائع انساں سے بالاتر ہے یہ
بن کے جمنا کے کنارے اگ مزار بے نظیر	کر رہا ہے آج تک چشم جہاں کو مستغیر
مٹ نہ جائے دیکھنا اے گردش نیل و نہار	ایک شوہر کے محبت کی مجسم یادگار
یہ مزار اس عشق شاہانہ کی اک تصویر ہے	ذرہ ذرہ جس کا اخلاص و وفا تصور ہے

## آخرالایمان اور اردو غزل

غزل لکھتی ہے سائی  
بلکی چھو کری ہے

آخرالایمان کے اس بیان کہ "غزل Saturation Point پر پہنچ چکی ہے۔ کو قول فیصل قرار دینے سے قبل غزل کے نقطہ ارتقائی Saturation Point کا تعین بنیادی حیثیت رکھتا ہے۔ بلکہ قابل غور بات یہ ہے کہ کیا کسی تخلیقی صفت ادب کا کوئی نقطہ ارتقائی تعین کیا جاسکتا ہے۔ اور کیا تخلیقی کائنات میں ایسے کسی نقطے کا وجود بھی ہے؟ اگر ہے تو پھر ادب میں صفت ادب کے ساتھ "تخلیقی" کے بجائے "تعمیری" کی صفت کا استعمال زیادہ مناسب ہے اسلئے کہ تعمیری صورت میں "شیا" کو دیوار کی بلندی کا Saturation Point کہا جاسکتا ہے۔

ع تاثریابی رو د دیوار کج

نقطہ اتفاقی کے تعین (اگرچہ ایسا ممکن نہیں ہے) کے بعد یہ بھی دیکھنا ہو گا کہ غزل کے علاوہ دیگر کوئی اصناف اپنے نقطہ ارتقائی پر پہنچ چکی ہیں اور کن اصناف کو اس نقطے تک پہنچنے کے لئے کتنا سفر در پیش ہے۔  
وتنی طور پر زبان کے پنجارے کے لئے قصیدہ وغیرہ پر ایسے فتوے لگائے جاسکتے ہیں۔ جبکہ حتمی طور پر یہ رو یہ بھی ادبی دیانت داری کے خلاف ہو گا۔ پھر غزل کہ چیز دیگر ابست۔ حقیقتاً ادبی قدروں کے تعین میں ہمیشہ  $4+2=6$  نہیں ہوا کرتا اور نہ ہی ادبی قدریں خون کا دباؤ Blood Pressure اپنے والا آکھ ہوتی ہیں کہ READING دی جاسکے۔ بقول انہیں۔

ع اک پھول کا مضمون ہو تو سورنگ سے باندھوں

شاعری بھی ایک پھول ہے جس کا رواج قبل مسح میں بھی تھا لیکن اب تک اس کے سورنگ ہو یہا نہیں ہوئے ہیں بلکہ انسان تولد کے خاتمے کے بعد ہی ایسا ممکن ہے۔ اب کوئی یہ کہے کہ پھول کا مضمون تو باندھا جا چکا ہے اور اسے آئندہ باندھنا تکرار محض ہے تو یہ "سورنگ" کی معنویت سے چشم پوشی اور اس کا بطلان ہے۔ غالب کے بعد بھی غزل نے کئی رنگ بدلتے ہیں۔ داغ، اقبال، فانی، حسرت، یگانہ بعد میں فیض، جذبی، مجروح اور اب شہریار، ساتی فاروقی، ظفر اقبال، احمد مشتاق، محمد علوی، افتخار عارف، ندا فاضلی، عرفان صدیقی اور فرحت احساس کی غزل انہیں کئی رنگوں میں سے چند رنگوں کا جیتا جاتا ثبوت ہے۔ طوالت کے ذر کے بہ صرف آخرالذکر شعراء کے یہاں سے چند اشعار پیش خدمت ہیں۔

بے چین بہت روح جو پیر کے لئے ہے یہ آخری تحفہ کہ سمندر کے لئے ہے  
شہریار

مٹی سے ہوا منوب مگر آتش خانہ سا جلتا ہوں کئی سورج مجھ میں ذوب گئے مر اسایہ کم کرنے کے لئے  
ساقی فاروقی

سید زبان ہوں میں نجع مری زبان سے کہ تو نہیں رہے گا اگر کہہ دیا نہیں رہنا  
ظفر اقبال

اس نے کہا کہ میری پڑھائی کا وقت ہے میں نے کہا کہ دیکھی یہ میں، یہ ہوا، یہ رات  
احمد مشتاق

نظر وہ ناپتا ہے سمندر کی و سعین ساحل پر ایک شخص اکیلا کھڑا ہوا  
محمد علوی

اسکو بھولے عرصہ گزرا لیکن آج نہ جانے کیوں آنکن میں ہنستے بچوں کو بن کارن دھرم کا یا ہے  
ندافا ضلی

دیکھ لے خاک ہے کا سے میں کہ زر ہے سائیں دستِداد ارب اشعبدہ گر ہے سائیں  
عرفان صدقی

تری بے شکل مٹی ہوں تو اپنے چاک پر رکھ لے جو تیرے ہاتھ میں ہو بس وہ ہونا چاہتا ہوں میں  
فرحت احساس

کیا ان اشعار کی شعریاتی فضا، محسوساتی طرز اور لفظیاتی نظام وغیرہ غالب کی شعریاتی فضا، محسوساتی طرز اور لفظیاتی نظام سے ذرا بھی مختلف نہیں ہے، ممکن ہے موضوعات میں یا گنت ہوں لیکن شعری لہجہ! کسی صرف ادب کی حمایت ایک ثابت عمل ہے اور مخالفت منفی رویہ۔ مجید احمد کے یہاں کا نتیجہ تکرار اس درجہ حرارت پر ہے جہاں اختر الایمان کی فکر طفل مکتب نظر آتی ہے لیکن اختر الایمان کا سماجی شعور مجید احمد کو کوسوں پیچھے چھوڑ جاتا ہے۔ یہ دو مختلف رنگ ہیں اور ان کی اپنی اپنی انفرادیت اور ادب میں اپنا اپنا مقام ہے۔ اسی طرح غالب کے بعد کے ادوار کے غزل کے بھی اپنے رنگ ہیں اور سب کی اپنی اپنی انفرادیت اور اپنا اپنا مقام۔ ایک مسلم حقیقت ہے کہ ادوار کے ساتھ اقدار بھی بدلتے ہیں اور اس تبدیلی سے سب سے زادہ متاثر ہوتا ہے ”آدمی“ آدم سے لیکر آج تک آدم زاد میں آئے جسمانی / ہیئتی تغیرات PHYSICAL CHANGES سے بھلاکے انکار ہو سکتا ہے، اور جیسا گاہوں ویسا بھیں کی مصدق فضیلتی اور سائنسی نقطہ نظر سے جسمانی تغیرات کے عضویاتی نظام ORGANIC

SYSTEM پر اثرات یعنی ہیں اور عضویاتی تغیرات انسانی افکار اور فنار بھی متاثر ہوتے ہیں۔ ایک مفکر کا قول ہے۔

\* A Person's Choice of Words is Not Accident But An Organic Part of Him\*

جب ادوار کے لحاظ سے آدم زاد میں جسمانی و عضویاتی تغیرات آتے رہتے ہیں تو انسان کے انتہی انتہاب CHOICE OF WORDS (اور الفاظ کا اعلق کسی نہ کسی طرح فکر سے ضرور ہوتا ہے) میں بھی تغیرات آتے ہیں تو کیا غالب سے اب تک کوئی دو رہنمیں بدلا؟ اگر بدلا ہے تو غالب کے بعد والی نسلوں میں بھی اسی عمل کی کار فرمانی رہی ہے، اور اگر یہ عمل کار فرمانا ہے تو بعد کی نسلوں کے افکار اور فنار میں بھی لا محالہ تبدیلی آئی ہے جس کا انکاس کسی نہ کسی سطح پر ادبیات میں بھی یقیناً ہوا ہے۔ مشہور متولہ ہے:

"There is Nothing Permanent Except Change"

لہذا جب کائنات میں اصل وجود "تغیر" ہی کا ہے تو جس طرح تغیرات آتے رہے ہیں، آتے رہیں گے اور انسانی افکار اور فنار بھی کسی نہ کسی پیمانے اور نسبت پر تبدیل ہوتے رہیں گے اور ان بدلتے ہوئے روپ کی جملک ادبیات میں بھی دکھائی دے گی۔ مختصر یہ کہ جب تک انسان موجود ہے ادب ہی نہیں، کسی بھی تخلیقی عمل کے نقطہ ارتقاء کا اقصیٰ کرنا انسانی عقل پر ایک بحدی گالی کے مترادف ہے۔

Saturation Point

عکول آنکہ زمین، دیکھ، فلک دیکھ، فضا دیکھ

شعر  
تون  
اعجاز



# الیک گھن اور

(۱۳ جولائی منشی پر یم چند کی یوم پیدائش پر ادنی ساخراج عقیدت)

شراب خانے کے دروزے پر گھسیو اور ماد ہودنوں باپ بیٹے شراب کے نئے میں دھت پڑے تھے۔ انھیں اپنے آپ کی سدھنہ تھی۔ پوس کے جاڑے کا بھی کچھ اترنہ تھا۔ بھلایہ خیال کیوں کنگزرتا کہ ان کے گھر کی لکشی بدھیا درد سے ترپ ترپ کر جاں بحق ہو چکی ہے۔ اور وہ اس کی موت پر ہائے واویلا برپا کر کے گاؤں والوں سے چندہ اکٹھا کر کے کفن خریدنے بازار آئے تھے۔

شراب چیز ہی ایسی ہے جو آدمی کے فکر و شعور کرب و اضطراب کو زائل کر دیتی ہے۔ شاید اسی کارن دنوں کے چہرے تکرات سے یکسر عاری تھے۔ یوں گمان ہوتا تھا۔ گویا انہوں نے مرنے والی کی بجائے خود ہی کفن اوڑھ لیا ہوا در ابدی نیند سور ہے ہوں۔ پر ایسا نہ تھا۔ البتہ یہ ضرور تھا انہوں نے کفن کا سیال اپنے وجود میں تخلیل کر لیا تھا۔

رات کی کوکھ سے صبح کا جنم ہوا۔ اسی کے ساتھ ماد ہو کا خمار بھی ٹوٹا اس نے کروٹ بدی کہ یکا یک جسم کو چھید دینے والا ہوا کا ایک سرد جھونکا اس پر لکھی طاری کر گیا۔ وہ کسما کے انھی بیٹھا۔ خود کو یوں کھلی کہرا آلود فضائیں کھڑ بجھ کی سڑک پر پڑا کر حرمت آمیز نگاہوں سے اطراف کا جائزہ لینے لگا۔ کیکھا قریب ہی اس کا باپ گھنہوں کو پیٹ سے چٹائے پڑا ہے اور ایک کتا (جو سردی سے ٹھہر اہوا ہے) ناگ انھائے اسکے منہ پر موت رہا ہے۔ یہ دیکھتے ہی اس کا رہا سہا خمار بھی کافور ہو گیا۔ اس نے بیٹھے ہی بیٹھے کتے کی جانب ہائکنے والے انداز میں ہاتھ لہراتے ہوئے ڈانتا۔ ”ڈز.....ڈز.....“ رے، ”کتا بھی اس کی طرح آلمی تھا۔“ اس سے مس نہ ہواتب اس نے پاس پڑا کھہڑ کا ٹوٹن انھا کے دے مار۔ کتابوں کوں کرتا سامنے دینوں حلواںی کی بھٹی میں جا گھا۔

گھسیو کا چہرہ پیشاب سے پوری طرح تر ہو چکا تھا پھر بھی وہ جوں کا توں پڑا رہا۔ جسم میں ذرہ برابر بھی لرزش نہ ہوں۔ یہ دیکھ کر ماد ہوش شد رہ رگیا کہ رات اس نے کتنا لی جو اس پر اس کڑا کے کا جاڑا اور اس کا کچھ اثر نہیں۔ یوں تو پینے کو جتنی ملے اس کے نئے کم ہے۔ ایک دفعہ خود اس نے بتایا تھا کہ کیسے چوری سے ماں کی ہنلی بیچ کر دو یعنی تازی اور دگری شراب رات بھر میں گنگ کیا تھا۔ ماں کے کئے گئے ایسے ہی تازی اور شراب میں گھول دیئے تھے۔ وہ تھی کہ بے چاری منہ سے کچھ نہ کہتی بس من موس کے رہ جاتی۔ گرچہ ماں کا نقش اس کے ذہن میں ٹھیک سے نہیں

ابھرتا تھا۔ چونکہ جب وہ حیات تھی یہ بہت چھوٹا تھا۔ اتنا چھوٹا کے ہمیشہ اس کے سینے سے ہی چمنا رہتا۔ وہ بھی اسے لیئے لیئے ہی سارا کام کا ج کیا کرتی تھی۔ باپ تو شروع سے ہی نکلے تھا۔ محنت مزدوری سے جی پڑا۔ کبھی کبھار دوچار پیوس کی مزدوری کر بھی لیتا تو سب کی تازی پی کے خوب ہر ہر بونگ مچاتا۔ اس پر بھی وہ اس سے کبھی بیزاری ظاہر نہیں کرتی بلکہ اپنا پر میشور مانتی۔ اس کے لئے کروچو تھے کا برتر رکھتی۔ سنتو شی ماں کی اپاسا نہ کرتی۔ اگر کبھی بیزاری ظاہر کرتی بھی تو صرف اس لئے کہ وہ دن چڑھے پر بھی سویا کیوں پڑا رہتا ہے۔؟ اس کا یہ دشواش تھا کہ سورج دیوتا کے آنکھ کھولنے پر بھی جو سوئے پڑے رہتے ہیں۔ ان کے منہ پر کتمانوتا ہے... ”بدحیثہ ابے کہت ہے ”..... اسے اپنی بیوی کی کہی بات یاد آگئی۔ وہ اکثر اس وقت جب دونوں باپ بیٹھے شراب کے نشے میں مست دھما چوڑی مچاتے یا اسے مارتے پیٹتے تب کھیا کے کہنا کرتی۔

”موت پی پی کے چھٹا سانڈائیں موٹاں ہیں۔ مجبوری کرے کہوں تو روگ لگ جات ہے روگ! اے جوابے دسار عیاذ جون دن مر باکہہود و خوپ (بوٹ) گنگا جلت کانبدان (موری) کاپانی تک نہ ڈاری..... مُنبئے میں گلر (الا) مُولی گلر“! .....

وہ تذبذب میں پڑ گیا۔ بات توچ ہے۔ اس نے اپنی آنکھوں سے کتے کو موتے دیکھا ہے۔ پر اسے یہ سمجھ میں نہیں آرہا تھا کہ بدھیا کو یہ گیان کیسے ہو گیا؟ اسی گیان دھیان کی باتیں تو کیوں دیوی دیوتا ہی جانتے ہیں یا کوئی انتر جائی! کہیں ایسا تو نہیں بدھیا بھی کوئی انتر جائی ہو؟ وہ سوچنے لگا۔ یقیناً وہ انتر جائی یا کوئی دیوی کا روپ ضرور ہے۔ بھی تروزانہ پوچھنے سے پہلے اشان کرتی ہے۔ سورج دیوتا کو جل چڑھا کے تسلی میا کو پوجتی ہے۔ بخاکی بیلاستی مائی اور ڈیہہ بایا کی سماوٹی پر دیپ بھی جلاتی ہے۔ یہی کارن بستی میں چھوٹے بڑے بھی اس کا آدر کرتے ہیں۔ کوئی کاکی مائی کوئی بھوجی کوئی بیٹا جس کا جو پد لگتا اس پد سے پکارتا ہے۔ ہم باپ بیٹوں کا تو ٹھیک سے نام تک نہیں لیتے۔ گھیسو اور مدھوا کہکر پکارتے ہیں۔ بدھیا کو یہی کھلتا ہے۔ وہ خاہتی ہے اس کی ہی طرح ہمارا بھی آدر سماں ہو۔ چار آدمیوں میں بیٹھیں اٹھیں۔ برادری کے کار پروجن میں ہاتھ بٹائیں۔ پر ایسے سب ہو تو کیسے ہو؟ لوگ ہمیں جانگر چور، شر ابی کتابی جانتے ہیں۔ اور یہ عزت پر بٹے والی بات ہے۔ وہ ایسے لوگوں سے قہقہانی کارشتہ نہیں رکھتے۔ جبکہ مخفی کام کا جی آدمی کی خوب اور بھگت کرتے ہیں ان کی مان مریادہ کا خیال کرتے ہیں۔ اس کی سوچیں گویاں میں تبدل ہو گئیں۔ ”پھوں! اجت، مان مریادے تو جنگی (زندگی) کا مول ہو۔ جو ہم لوگن کے میرنا ہی۔ آخرے ایکرے بنا جنکی کا کون مطلب؟ ادمی یہی کے کھاتر (خاطر) ہے جیعت مرت ہے۔“

اس نے دل ہی دل فیصلہ کیا بھی شراب نہیں پیئے گا۔ پینا تو درکنار چھوئے گا۔ تک نہیں۔ بس ڈٹ کے محنت کرے گا۔ گاؤں میں جو کام نہ ملا تو شہر چلا جائیگا۔ وہاں رکشا تھیج کریا پلے واری کر کے روپے کمائے گا چار پیسے پاس ہو گے تو عزت بھی خود بخود بن جائیگی۔ جو آج جھڑکتے ہیں۔ وہی جی حضوری کرنے لگیں گے۔ تو بدھیا کو بھی مزدوری کرنا نہیں پڑے گی۔ رانی بن کے رہے گی رانی! وہ شہر سے جب کما کے لوٹے گا تو اس کے سنگار کے لینے سیندور، بندیا، کاجل

اور رنگ بر گلی چوڑیاں ضرور لے آئیکا۔ خود شہری بازوں کی طرح چرخانے کی پتوں قبیل اور بوٹ پہن کے آئیگا۔ وہ دیکھتے ہی مارے خوشی کے پاگل ہو جائیگی۔ لاث کمنڈر یا بلم پر دیسا کہہ کر پلاٹنے لگے گی۔ سارا اکا سار اسماں جب اس کے حوالے کر دے تو نہال ہو جائیگی۔ ایک ایک چیز اٹھا کے آنکھوں سے لگائے گی۔ اسے چوڑے گی۔ ہو سکتا ہے۔ اپنے لئے چھینٹ کی سازی بھی کھو جنے لگے۔ وہ تخلی میں ہی بڑھانا لگا۔

"ہاں.... کھوئی نہ جرورے... اہل بھر سے بھی بھی گواہ کے بیاہ کے آئے۔ بک آج دن تک نیابسٹ (باس) فضیب نہ ہو۔ اگر انکر اترن پہن کے لاج ڈھانگت ہے۔.....  
پکن اب او کے کہیو کا اترن پینے کا نوبت نہ آئی۔"

"ہاں! اب او کے کہیو کا اترن پینے کا نوبت نہ آئی۔ اب او کے کہیو لام کا گونو جرورت ہاہی" اس کے اندر سے آواز ابھری۔ "او کے کہیں چائی مل جو کہیں! او کرے کہیں کا یہہ نہ تو دنوں باپ بن اسراپ میں گھوڑ (گھول) چکلا۔"..... اچانک اس کی نگاہوں کے آگے بدھیا کا تختہ اجم..... من پر بھکتی کھیاں، پھر انی ہوتی آنکھیں رقص کرنے لگیں اور اس پر سکتے طاری ہو چلا۔ چند لمحے پھٹی پھٹی آنکھوں سے خلاء کو گھوڑا رہا پھر حلق سے ایک عجیب قسم کی چیخ نما کراہ لگی۔

"بدھیا مر گنگلیو۔... مر گنگلی بدھیا۔" آواز رنہہ ہجھی تھی۔ آنکھوں میں آنسو جملانا نہ لگتے تھے۔ اس نے ننکاں آنکھوں سے کھیسو کی جاتب دیکھتے ہوئے پکارا۔ "اے دادا بدھیا مر گنگلی.... بدھیا مر گنگلی دادا" اور پھوٹ پھوٹ کر روپڑا۔ کھیسو پر اس کا کوئی اثر نہ ہوا۔ وہ یوں ہی گھری کی صورت میں پڑا خواب خرگوش کے مزے لیتا رہا۔ جبکہ اس کے روپے پینے پر پاس پڑوں کے آنھوں لوگ باہر نکل آئے تھے۔

"کاہیں روپوت ہے بے؟" ایک نے دریافت کیا۔ باڑھو اس کی جاتب بھی پلکیں اٹھا کر کھکھلیا۔ "بھیا... بدھیا مر گنگلی... مر گنگلی بدھیا... اے دادا... انہوں بدھیا مر گنگلی۔" باپ کو دوبارہ پکارنے لگا۔ وہ تھاکر کبھی کرن کی نیند سویا ہوا تھا۔ انخنے کا حال ہی نہ جانتا تھا۔ آخر مادھو خود انہوں کراسے بازوں سے پکڑ کے اٹھا چاہا تو اسے احساس ہوا کہ اس کا جسم اکڑ چکا ہے اور آتما پر ماتما سے جاتی ہے۔۔۔ اور دیکھتے ہی دیکھتے دھم سے گرپڑا۔ "اے دادا تو ہوں تھکے چھوڑ کے چل دیجیا؟" اس سے پٹ کر دھڑائیں مارنے لگا۔ اس دوران وہاں چند لوگ اور اکٹھے ہو چکے تھے۔ اور ان کے متعلق انکلیں لگا رہے تھے۔ ایک نہ کہا۔۔۔ "چھوپورے کے کرمی جان پڑتے ہیں۔ دوسرے نے تردید کی "تا... رو آپار کے چمار ہیں۔"

"تو ہار کہنام ٹھیک ہو۔ پر ای اتنا جاڑا پالا میں! ہاں کیسے پڑے ہیں؟"

"اے بھیا! ای ہو کو تو پوچھے والی بات ہو... بڑھو ایرام (بیمار) رہا ہوئی۔۔۔ اپنال پنجے سے پہلے پندرے (راتے) میں دم نکل گوا ہوئی بس...!"

"ناہی بھیا... ایرام سیرام نہ رہا۔ تختہ سے ٹھٹھ کے مر رہے۔ دیکھتے ہو سریر کیس انکر گنگلی ہو۔"

"چہ چہ چہ..... بے چارا...!"

"بھیا! ہے کرم بھوگ کھالا۔۔۔!"

اب کچھ لوگ ایسی موت پر ترس کھا رہے تھے تو کچھ اسے کرموں کا بھوگ بتا کر کرموں کا محاسبہ کر رہے تھے۔ ایک نے تومادھو سے کچھ پوچھ گئے کہنا بھی چاہی پر وہ تھا کہ بس رورو کے ایک ہی صد ادیتا..... ”ہائے داد.... توں ایس بکھت میں مر لاحمرے لگ بھوٹی کوڑیوں ناہی کہ توں کے کھن دیسوں“..... ایک نے کہا ”لاچار ہو بے چار ہو... کریا کرم کے کھاتروپیسہ ناہی ایکریلگ... جور ہو ہوئی تے دوائی دار و پاٹھ کنلیں ہوئی...“

”نجیک کہت ہو بھیا گر بی لپاری کے آگے کیکر کون بس...؟ بھگوان نہ کریں ایس دن کو نو دشمن کے بھی دیکھ کے پڑے۔“

”ہاں بھیا! آپہت مصیبت آکھر ادمی پر تہ ثوٹت ہے۔ ایسے بکھت ادمی کے کاموآدت ہیں آج ہم ہن ایکرے کامے آجیب.... کال کے ہو سکتا ہے ہم لوگن کا بھی بکھت پڑ جائے تب.....!

ویسے ٹھوپ ٹھوپ پوکھرا (تالاب) ہوئی جات ہے پنچوں“ اور اس نے ایک سکھ مادھو کے ہاتھ پر دھردیے۔ اس کا دیکھا دیکھی سمجھی کے ہاتھ باری باری اپنی اپنی جیبوں میں گئے۔ جس سے جوبن پڑا اس کے ہاتھ پر رکھنے لگا۔ آن کی آن میں خاصی رقم اکٹھا ہو گئی۔ اس نے یک مشت اتنی رقم نہیں دیکھا تھا لہذا غم سے سمجھی آنکھیں مرت سے چک اٹھیں اور فتوڑی ذہن بیدار ہو گیا۔ سوچنے لگا اتنی رقم سے قین دنوں تک متواتر شراب پیتا رہے تب بھی کفن بھر کے پیسے نج رہنگے۔ پھر! لاش کو کفن دینا ضروری ہے کیا؟ آخر جل ہی تو جانا ہے۔ اور باپ کی لاش پر تحریر آمیز نگاہوڑا لئے ہوئے منہ بگاڑا..... ”کیمسن پھاں تور واج ہو۔ حیکے جیتے جی۔ تی ڈھانکے کے چھڑا اسک نہ ملے اوکے مرے پر نیا کچھ چاہی۔..... ہن!“ اور لبے لبے ڈگ بھرتا ایک طرف چل دیا۔

ڈیزی زمینوں اور اجنبی لمحے کے شاعر راہی فدائی  
کا شعر، محمد

**ایہا الناس**

یمت: 125 روپے

رابط: 6/184 برہان الدین صاحب اسریت  
کرپا 516001

ڈاکٹر زینت اللہ حاوید کی کتاب

**تموک چند محروم شخصیت اور فن**

یمت: 150 روپے

رابط: انجمن ترقی اردو (ہند) اردو گھر راؤز  
اینوربلی، 110002

افتخار امام صدیقی کی ادارت میں ہر ماہ پابندی  
شائعہ

**ماہنامہ شاعر**

رابط: مکتبہ جامعہ مکتبیہ، پرس بلڈنگ، جے جے  
کارنر، گلی 400009

- آمر صدیقی اور شان بھاری کی ادارت میں شائع  
ہوتا ہے

**سہ ماہی رنگ**

یمت: 15 روپے:

رابط: کیوادھباد، 828121

## لَا إِلَهَ إِلَّا اللَّهُ أَوْ رَبُّ الْوُجُودُ

لَا إِلَهَ إِلَّا اللَّهُ..... یعنی نہیں کوئی حقیقت سوائے حقیقت مطلق کے اس شہادت میں پہلی بات یہ ہے کہ اس کا آغاز نفی سے ہوتا ہے۔ تاکہ حقیقت مطلق (یعنی خداوندے قدوس) کو کسی طرح کے اثبات میں مقید نہ کیا جاسکے۔ دنیا و مافیا خدا نہیں مگر ان کی حقیقت حقیقت مطلق (یعنی خداوند قدوس) کے علاوہ کچھ نہیں بصورت دیگر وہ بھی (یعنی دنیا و مافیا بھی) کاملاً خود مختار حقیقتیں ہوں گی۔ جیسا کہ دنیا کے دیگر مذاہب میں اس طرح کے تصورات رائج ہیں۔ مگر مذہب اسلام میں چونکہ یہ امر ”اللَّهُ“ کے ساتھ ان الہوں پر بھی ایمان لانے کے متراوٹ ہو گا۔ لہذا مذہب اسلام کے رو سے یہ عمل شرک ہو گا۔ شیخ حمی الدین ابن عربی کے مشہور فلسفے وحدت الوجود کے تعلق سے نیادی یہیں پر پایا جاتا ہے۔ Conflict

ابن عربی کے فلسفے وحدت الوجود پر پہلا الزام ”بہم الہیت“ PANTHISM کے قائل ہونے کا لگایا جاتا ہے بلکہ ہمہ الہیت کے قائل ہونے کے ساتھ اسے موحد وجودی بھی بتایا جاتا ہے۔ ایک زمانے میں اسے تصوف طبعی کا پیرو بھی قرار دیا جا چکا ہے۔ ان سبھی جملہ الزامات میں بہت حد تک سچائی کا نقد ان ہے اور اس طرح کچھ لوگ شیخ حمی الدین ابن عربی کے فلسفے کو بیان کرنے کے لئے Existential Monism کی اصطلاح استعمال کرتے ہیں وہ بھی درست نہیں ہے۔ کیونکہ لوگوں نے ابن عربی کے مابعد الطبيعی عقائد کو فلسفہ سمجھ لیا۔ حقیقت وحدت الوجود تصوف طبعی کا کوئی ایسا نتیجہ و شرہ نہیں جس کے لئے عالم مخلوق سے مانوق ہونا ممکن نہ ہو، اور جو وحی کی عطا کردہ حکمت و برکت کی ہدایت کاملہ سے محروم ہو۔ بلکہ اس کا مطلب تو یہ ہوا کہ جہاں خدا کائنات کے ضمن میں مطلق ماوراء ہے وہاں کائنات خدا سے کاملاً جدا نہیں یعنی کائنات بطریق اسرار خدا میں مستقر ہے جیسا کہ اوپر ذکر آچکا ہے اس طرح سے نتیجہ حاصل ہوتا ہے کہ کسی ایک سلسلہ حقیقت پر اس کو محیط کرنا گناہ عظیم ہی نہیں شرک بھی ہے۔ حالانکہ یہ بات قطعی ہے کہ خدا اشیاء میں موجود ہے لیکن دنیا خدا کی شامل و محیط نہیں اور ایسی کوئی بھی اصطلاح جو اس قسم کے مفہوم کی ضامن ہو، نظریہ وحدت الوجود کو بیان کرنے کے معاملے میں موزوں نہیں ہو گی کیونکہ جوہری وحدت کا نظریہ فلسفیانہ اور استدلائی نظام کا حصہ ہے جو کہ توثیت کی ضد ہے اور اس طرح سے تو ”وجودی کی صفت (غلطی سے) اشیاء کے مابین تسلسل کو اپنے مبداء کے ساتھ جوہری تسلسل کے معنی عطا کر دے گی۔ صوفیاء کی وحدت کا مطلب

ظاہری تقابلات کا امتر ارج اور باعتبار ہست ہم آنکلی تضادات ہے اور اس جس کا اس فلسفیانہ وحدت جو ہری سے کوئی تعلق نہیں جس کی پیروی کا ابن عربی پر الزام لگایا جاتا ہے اس طرح اس جمیت سے یہ نتیجہ بھی حاصل ہوتا ہے کہ وحدت الوجود یا توحید واقفیت UNICITY OF REALITY کو جس طرح سے ابن عربی اور دیگر صوفیانہ افراد کی وحدت جو ہری نے بیان کیا ہے وہ نہ ہمہ در الہیت ہے نہ نہ وجود کی وحدت جو ہری۔

ان سب باتوں سے پرے حضرت خواجہ باقی اللہ کی ہندوستان آمد سے قبل جو صوفی سلسلے (مثلاً، قادریہ، سہروردیہ، چشتیہ) ہندوستانیمیں برس فروع تھے وہ تمام کے تمام صلح کل کے اصول پر کار بند تھے اور ان کے درمیان وحدت الوجود کا طریق رائج تھا اور ان سلسلوں کی ابتداء بھی ایک ہی جغرافیائی اور تہذیبی ماحول میں ہوئی تھی۔ مثلاً قادریہ سلسلہ کے باñی شیخ عبدالقدور جیلانیؒ ہیں جو بغداد کے رہنے والے تھے۔ سہروردی سلسلے کا تعلق سہرورد سے تھا۔ جو بغداد سے چند میل کے فاصلے پر ایک بستی تھی۔ اسی طرح چشت بھی خراسان کی ایک بستی تھی سب سے اہم بات یہ ہے کہ ان تینوں سلسلوں میں فروعی اختلافات کے باوجود وحدت الوجود کا سلسلہ رائج تھا اور ان کا روحاں پس منظر بھی ایک تھا۔ مگر ان سب سلسلوں کے ہندوستان میں ورود کے بعد سب سے اہم بات یہ ہوئی کہ وحدت الوجود کی مبہم تشریع اور بہت حد تک شرعی آزادی کی وجہ سے غیر مروجہ بلکہ غیر اسلامی طریقوں سے احتیاط نہ ہو سکی اور اس درمیان حضرت خواجہ باقی باللہ کی آمد نے ہندوستان کے پورے صوفیانہ پس منظر کو ہی بدل دیا۔ حضرت خواجہ باقی باللہ کا تعلق کا تعلق نقشبندیہ سلسلے تھا جو یہے بھی شرع کی پابندی پر بہت زور دیتا تھا اور بذات خود حضرت خواجہ باقی باللہ کا تعلق مارواں النہر سے تھا جہاں دیگر اسلامی مملکتوں کے مقابلے فرائض شرعی کو نوافل پر واضح ترجیح دی جاتی تھی۔ لہذا حضرت شیخ مجدد الف ثانی سر ہندیؒ سے پہلے ہی وحدت الوجود کے تعلق سے بے زاری کی بنا پر تی نظر آ جاتی ہے اور اس کی اکیلی وجہ صرف فلسفہ وحدت الوجود ہی نہیں بلکہ تصوف میں در آنے والی غیر اسلامی طریقوں سے بے احتیاطی بھی ہے جیسا کہ شیخ محمد اکرم نے اپنی کتاب رود کوثر میں لکھا ہے کہ ”ابن عربی کا فلسفہ وحدت الوجود بیشک اس کے اخذ و قبول میں مراتب و منازل تھے (مگر) بعض انتہا پسند صوفی تو وحدت الوجود میں اتنا غلو کرتے کہ وہ قریب قریب دائرہ اسلام سے باہر آ جاتے اور کئی دوسرے فقط اسی حد تک اختیار کرتے، جس حد تک اسلام مانع نہ ہو لہذا حضرت شیخ مجدد الف ثانی سر ہندیؒ نے وحدت الشہود نامی طریق کی بنار کھی اور عموماً سے وحدت الوجود کی ضد یعنی تشنیع الوجود کا فلسفہ بھی سمجھا جاتا ہے۔ اور تصوف کی مشہور کتاب تذکرہ غوشہ میں دونوں کے فرق کو اس طرح سے سمجھایا گیا ہے۔ ”وجود یعنی حقیقی واحد ہے لیکن ایک ظاہر وجود ہے اور ایک باطن باطن وجود ایک نور ہے جو جملہ عالم کے لئے بمبنی لہ ایک جان کے ہے۔ اسی نور باطن کا پرتو ظاہر وجود ہے جو ممکنات کی صورت میں نظر آتا ہے۔ ہر اسم و صفت و فعال کہ عالم ظاہر میں ہے ان سب کی اصل وہی وصف باطن ہے اور حقیقت اس کثرت کی وہی وحدت صرف ہے جیسے امواج کی حقیقت عین ذات دریا ہے۔ حاصل یہ ہے کہ جملہ افراد کائنات تخلیقات حق ہیں ”سبحان اللہی علیٰ خلق“

الاشیاء و فواید اور کثرت امصاری کا وجود اس وحدت حقیقی سے ہے۔

یہ خلاصہ وحدت الوجود کی تقریر کا ہے اور وحدت الشہود کا بیان یہ ہے کہ وجود کائنات اور ظہور آثار و صفات مختلف واحد مطلق کی ذات و صفات کا عمل و عکس ہے جو عدم میں منعکس ہو رہا ہے اور یہ عمل میں صاحب حق نہیں ہے بلکہ شخص ایک مثال ہے۔ ”وحدت الوجود اور وحدت الشہود کی مندرجہ بالا تشریح دیکھ کر ایسا محسوس ہوتا ہے کہ ان دونوں فلسفوں میں کوئی خاص بعد نہیں ہے۔ اور چنانچہ بھی یہی ہے کہ ان دونوں فلسفوں میں جو تصور ابہت بعد ہے بھی تو نفیاً ہے اور ہندوستان کی تہذیبی اور روایتی پس منظر میں مذہب اسلام کے اپنے نہ ہی اور تہذیبی شخص کی پہچان کے لئے یہ بعد ضروری بھی تھا۔ شیخ محمد اکرم نے رود کوثر میں نواب سراج حسین نظام جگ بہادر کی مشہور کتاب فلسفہ فقراء کے حوالے سے جو نقشہ درج کیا ہے اس کے ذریعہ اس فرقہ کو آسانی سے سمجھا جاسکتا ہے۔

وحدت الشہود (ہوالکل) وحدت الشہود (ہواہاوی)

نظریہ: ہمس اوسٹ یا ہمس اندر اوسٹ	نظریہ: ہمس از اوسٹ رجھا
رجھان تصوف: سکون کی طرف مائل	رجھان تصوف: جوش کی طرف مائل
اس کے ساتھ میں اور میرے ساتھ وہ ہے	میں اور وہ جدا نہیں (وہ دریا) تو میں قطرہ ہوں
وصل	

اعتقاد: میں کون؟ انا الحق

تو اس طرح یہ آسانی سمجھا جاسکتا ہے کہ وحدت الوجود اور وحدت الشہود کی سرحدیں بہت حد تک آپس میں گذشتیں اور تفرقی کرنا زار اد شوار ہے۔ مگر حضرت شیخ مجدد الف ثانی سر ہندی کا وحدت الوجود سے اختلاف اپنے دور کی مذہبی اور تہذیبی ضرورت تھا اور اس پس منظر میں ایک احسن فضل بھی تھا اور اسے ہم شیخ الحنفی الدین ابن عربی کے فلسفہ وحدت الوجود کا EXTENTION بھی کہہ سکتے ہیں۔ مگر جو لوگ وحدت الوجود کو ملعون نہیں براتے ہیں اور ابن عربی کو مردوں تو وہ بھی غلط کرتے ہیں و گرنہ اس فلسفہ میں اگر کوئی ایسی ویسی بات ہوئی تو شیخ عبدالقدار جیلانی جیسے جیلیل التقدیر بزرگ کا اسکا اتباع کرنا قطعی ممکن نا تھا اور جو شخص عشق خدا میں اس حد تک غرق ہو کہ ”وہ ہے۔ اس کے ساتھ نہ قتل ہے نہ بعد نہ فوق ہے، نہ تحت، نہ قریب ہے، نہ بعید نہ وحدت ہے نہ تقسیم، نہ کیسے ہے نہ کہاں اور نہ کونہ زماں ہے، نہ لحظہ ہے نہ عمر، نہ ہستی ہے نہ مکان، وہ اب بھی وہی ہے، جو وہ تھا، وہ عہد ہے وحدت ہے، وہ فرد ہے، فردیت ہے، وہ اسم او مسمی کا مرکب نہیں اس لئے کہ اسکا اسم بھی وہ (حُو) ہے اور اس کا مسمی بھی وہ (حُو) ہے۔

رسالت الاصدیق ازان ابن عربی

تو اس شخص کی نیت اور خلوص پر ٹک کرنا کہاں کی داشتمندی ہے؟

## زبیر شفافی

پھر کنے گے آن کی آن میں  
وہ دو دو کبوتر گربان میں  
نہ مجھوں نہ لیائے تاقد نیش  
برستی تھی وحشت بیباں میں  
  
کواڑے کھلے بند ہونے لگے  
اضافہ ہوا اور خلجان میں  
اچانک ہوا مشتعل ہو گئی  
سمدر تھا پیاپ طوفان میں  
  
فرشتوں کو خاطر میں لاتے نہ تھے  
خود ازگار بندے تھے یوتاں میں  
  
وہ تقریب بہر ملاقات تھی  
اجنا بھی شامل تھے انان میں  
  
مقدار کا کیا سکندر ہے وہ  
نہ کچھ دسترس میں نہ امکان میں

دلی ہیں زبیر آپ شاعر نہیں  
لب و رخ نہ لایا کریں دھیان میں

صحیر

وہ ازدحام تھا کہ ہاتھ ہاتھ سے نکل گئے  
کسی سے تم بدل گئے کسی سے ہم بدل گئے  
  
تم آئے بے نقاب تو عجیب ماجرا ہوا  
 تمام ضوفشان چراغ اپنی لو نگل گئے  
 فنا بھی ز محیر تھی، ہوا بھی سخت کیر تھی  
 چہار راہ خواہشات کے الاڈ جل گئے  
  
وہ صفر ہی رہے ناق و صلح کے حساب میں  
 فتور کم ہوئے تو بڑھ دماغ کے خلل گئے  
  
نہیں نہیں تغیرات سے وہ ماوراء نہیں  
 تلاش کیجئے کہاں وہ ابروں کے مل گئے  
  
وہ خواب تو نہیں مگر کچھ اقتباس یاد ہے  
 تم آئے جیل جیل تھے پلٹ کنوں کنوں گئے  
  
تربادن ہر ابھر اشراب و شعر سے کھرا  
 زبیر سادہ لوح تھے جو لس سے بہل گئے

لطفور جبین

## مسن موہمن متن

میں صدائیں دے رہا ہوں کوئی ہے جو سن رہا ہے کہیں آس پاس لوگوں کوئی سانحہ ہوا ہے  
 کہے کون زندگی میں یہی سانحہ ہوا ہے کسی اور کو تھا آتا کوئی اور آجیا ہے  
 لگے آنکھ تسب ہی کوئی جو ہر آن پار اترے وہ کنارہ ہے تو کیا ہے یہ اشارہ ہے تو کیا ہے  
 مرادرد ہے تو یہ ہے کہ ادھورا ہوں تو کیوں ہوں یہ خبر تو مجھ کو بھی ہے کوئی درد بانٹا ہے  
 ہوا تھا کبھی جو سب کچھ نہ کسی نے مجھ سے پوچھا اگر آج پوچھتے ہو ، جو ہوا غلط ہوا ہے  
 ہوا ڈھیر کرتے کرتے میں خود اپنا ہی تعاقب جسے طے نہ کر سکوں میں یہ عجب سا فاصلہ ہے  
 کبھی خود سے میں جو پوچھوں کہ میں کون ہوں تو جیسے مسنون چار سوت سے میں یہی ہم کو جانتا ہے  
 کوئی ہے بغیر جس کے سبھی ناتمام سے ہیں بیباں آکے چل دیا ہے بھی میں نے بھی سنا ہے  
 کبھی فکر غیب کی تو مرے دل نے یہ صدادی کہ عیاں میں ناوارا ہے یہ بس ایک سلسلہ ہے  
 نہ ملے گی پھر یہ مہلت ابھی خود سے تنخمل لو تمہیں یوں بھی زندگی میں بھلا اور کیا ملا ہے

## کرشمہ اڑپڑ

رونے کی صدا کہیں نہیں ہے اب نلوڑ جزا کہیں نہیں ہے  
 ہر لب ہے ترا وش تنا اور دست دعا کہیں نہیں ہے  
 یہ کفر سہی، کہو تو کہہ دوں دنیا میں خدا کہیں نہیں ہے  
 یہ دل تو وہی ہیں لیکن ان میں پہلی سی وفا کہیں نہیں ہے  
 ہے نام و نمود زیست قائم عرفان اتا کہیں نہیں ہے  
 ہو شوق سفر، سفر سے آگے ہم نے یہ سنا کہیں نہیں ہے  
 ہر سوت نظر میں ہے ہماری وہ دل کئے سوا کہیں نہیں ہے  
 اعمال اتا کی اس جہاں میں اے طور سزا کہیں نہیں ہے

# غلامِ مرضی راہی

شروع کاروڑا  
(کارگل کی نذر)

جلکتی ہے مری آنکھوں میں بیداری سی کوئی  
دلبی ہے جیسے خاکستر میں چنگاری سی کوئی  
نہ جانے قید میں ہوں یا حفاظت میں کسی کی  
کھنپھی ہے ہر طرف اک چار دیواری سی کوئی  
گماں رہنے لگا جب سے مجھے قد آوری کا  
چلا کرتی ہے میرے پاؤں پر آری سی کوئی  
سنکرتا ہوں آہٹ ایک جیسی دونوں جانب  
برابر کی ہوا کرتی ہے تیاری سی کوئی  
کسی کا کوئی احساں جیسے مجھ پر رہ گیا ہے  
مجھے اٹھنے نہیں دیتی گراں باری سی کوئی  
کسی محفل، کسی تہائی میں رکنا ہے مشکل  
مجھے کھینچنے لیے جاتی ہیں بے زاری سی کوئی  
بلندی کا نثر سا ہے ابھی سورج کو راہی  
ابھی ذردوں پر بھی طاری ہے سرشاری سی کوئی

آدمی بے امان دونوں طرف  
زندگی امتحان دونوں طرف  
منظر تھبھوں، چراغوں کے  
سونے سونے مکان دونوں طرف  
دھوپ تیکھی، مسافتیں لمبی  
راہ بے سامبان دونوں طرف  
بجوک، بے چارگی، پریشانی  
ایک جیسا جہاں دونوں طرف  
آدمی سبک رہا ہے کہ کوڑی میں  
چل رہی ہے دکان دونوں طرف  
بھیث چڑھتے ہوئے سیاست کی  
مر رہے ہیں جو ان دونوں طرف  
زندگی سرگنوں ہے، نم آنکھیں  
حوصلے بے زبان دونوں طرف

**الندر** دل کو وہم گماں میں رکھا خود کو خالی مکان میں رکھا  
**سرروپ** ہم تو وحشت زدہ رہے برسوں اُس کو امن دامان میں رکھا  
**صریحی** پاؤں رکھے زمین کے اوپر خود کو اوپنجی اڑان میں رکھا  
**والستتوں** غم کی تینچی تھی اُس کے لجھے میں اُس نے کائنا زبان میں رکھا  
لارڈ جین

## ابن حم عرفانی

### ڈاکٹر نریش

سرائے جاں میں ہے اک افطراب سا کیسا زندہ رہے تو اب کے شاید یہ منظر بھی دیکھیں گے  
برس رہا ہے مسلل عذاب سا کیسا جتنے نیزے ہیں دنیا میں ان پر سر بھی دیکھیں گے  
چہارست ہیں مصروف رم ہوس آہو یہ تو خبر تھی یعنی کہنے پر اپنے پرانے گزریں گے  
ظلم آرا ہے ہر پل سراب سا کیسا یہ نہ خبر تھی سب کے ہاتھوں میں پتھر بھی دیکھیں گے  
وہ ایک زخم ندامت جو بھر نہیں جاتا ویسے تو اس کے کوچے میں جو دیکھا محشر ہی تھا  
کھلا ہے اب سر مرزاں گلاب سا کیسا اس کے بعد اگر ہو گا تو وہ محشر بھی دیکھیں گے  
بہا کے کب کوئی آوارہ موج لے جائے جوڑ رہے ہیں تنکا تنکا ابھی تو جھونپڑپٹی کا  
درودن سیند ہے لرزائ جاپ سا کیسا فرصت ملی تو ایک دن جا کر ان کا گھر بھی دیکھیں گے  
کہاں کہاں کے نہ کندن بدن امانت ہیں قفس ساجس روز جلوں گا میں اپنی ہی آتش میں  
تمام دشت ہے روشن زر آب سا کیسا اہل نظر تو اہل نظر ہیں کور نظر بھی دیکھیں گے  
حروف جنبہ شناس کے امتحان کے لئے دناتائی کی خوش فہمی میں عمر بتادی رو رو کر  
ہے رحل دست پر چہرہ کتاب سا کیسا مرنے سے پہلے اک دن خود پر نہیں کر بھی دیکھیں گے  
گزر گئی ہے ابھی دل سے ایک موج خیال بے مقصد تعلیم رہی جاری تو اک دن آپ نریش  
برس اٹھا سر صحرا سحاب سا کیسا تختی لکھنے والے ہاتھوں میں پتھر بھی دیکھیں گے

### ڈاکٹر مناظر عاشق ہرگانوی

جنم کا پیاسا سرابوں میں قید تھا شاید تمام لوگ کے چہرے پر دھول بیٹھی تھی  
ملی رہائی تو دریا کو پی گیا شاید نگر میں اپنے رہا تھا نہ آتنا شاید  
قدم کی چاپ نہ کرے میں بلب روشن تھا ہر ایک جنم کے اندر ہے کھلبی عاشق  
وہ اپنے درپہ کھڑا ہانپتا رہا شاید بگولا دشت میں شہروں کے پھر اٹھا شاید

# نظام ہاتھ

## قریبان آنسو

وہ سگ جب مرے دست ہر سے نکلے گا  
تو پھر تو کوئی بھی آذر نہ گھر سے نکلے گا

میں اپنے سینے پہ بوؤں تو دانہ گندم مہرباں اتنی ہوئی آج فضا کی خوشبو  
اک آدم اور مری خلید سر سے نکلے گا بند کمرے میں چلی آئی ہوا کی خوشبو  
یہ آخری ہے اجالا اسے غنیمت جان پس دیوار کوئی شخص ہے شاید پیار  
کہ اب بجا ہوا سورج حمر سے نکلے گا آرہی ہے مرے نزدیک دوا کی خوشبو  
کبھی وہ آیا گا میں الیقین کی حد تک کیوں نہ ہر شے میں لطافت کی کشش باقی ہو  
کبھی تو وہ شبہ معتبر سے نکلے گا ذرے ذرے میں سمائی ہے خدا کی خوشبو  
ثراہ سر سینہ چک کے بجھ بھی گیا لوگ سنتے ہیں بڑے غور سے میری باتیں  
حکیم گشتہ نہ جانے کدر سے نکلے گا کچھ حقیقت ہے تو کچھ طرز ادا کی خوشبو  
زبان غیر مروج بھی لوگ پڑھ لینگے کھل اٹھا چہرہ مرا پھر سے گلتائی کی طرح  
جب اک لکھا ہوا پتھر کھنڈر سے نکلے گا دل کے دیرانے میں یہ کس نے عطا کی خوشبو  
ہوا کی مت کی تیزابیت بتاتی ہے اب نہ محدود رہی تیرے مکاں تک آنسو  
سفید خون اسی برگ و برسے نکلے گا ہر طرف پھیل گئی میری وفا کی خوشبو

**شمیم** کتنے منظر دیکھ سکو گے کتنے منظر آئیں گے ایک سمندر پار کرو گے کئی سمندر آئیں گے  
دل کے در پیچے کھول کے رکھو اور ہمیں محسوس رو ہم تو اندر اور بھی اندر آئیں گے  
حد نظر کی دنیا کا پھیلاو سمجھ میں آئے گا ”باہر۔۔۔ باہر“ کہنے والے اپنے ہی گھر آئیں گے  
**قاسمی** میری ذات کے کرب نے میرا سماں محفوظ رکھا شے میں رہنے والے کو خوف ہے پتھر آئیں گے  
ابھی گھٹھن میں سیکھ رہے ہیں جینا دینا کیا ہوتا ہے آگے جا کر دیکھیں گے زندان میں بھی در آئیں گے

لارڈ جینل

## مہدی پر تاپ گدھی

جس وقت تھے ہم بے سر و سال ببا  
اس وقت بھی تھے سب میں نمایاں ببا

ہر شعبہ ہستی میں ہیں امکاں ببا دھوپ کے نام ایک حکم نامہ لکھ دے  
کر لبھے کوئی کارِ نمایاں ببا میرے مقدار میں بھی کوئی سایا لکھ دے

مرکے بھی نہیں ٹوٹے گی زنجیر حیات تیرے لفظوں میں خورشید کی ضوپائی  
اس درد کا کوئی نہیں درماں ببا اب کے خط میں پڑے سوریے کا لکھ دے

تاریکی اواہام جو بڑھ جاتی ہے آس کی ریت پر لکھتا ہوں میں تیرا نام  
کاش کبھی تو بھی مجھ کو اپنا لکھ دے کام آتا ہے ایسے ہی میں ایمان ببا

وہ لمحہ نادیدہ جو ہو میری اسas  
آجائے تو ہو گھر میں چراغاں ببا

تو دعوت حق کے لئے سرگرم تو ہے میرے مقدار میں تو زیاد ہی زیاد لکھا  
اللہ رہے تیرا نگہداں ببا کہیں حاشئے پر اُک لفظ فائدہ کا لکھ دے

ہو اس کو میر تو کسی گیت کا لس سرکش دل پر بھی ہو زور مرا لکھ دے  
خاموش نہیں ساز رُگ جان ببا

آلودگی ذہن سے بچتے رہئے ذہنوں پر مخدود برف کچھ تو پھلے  
ہر ست ہیں بربادی کے سامان ببا تیرہ شی کو دھوپ کا اُک نکڑا لکھ دے

یہ صحن کی دیوار بھی گر جائے گی آخر اس دیوانہ پن کو کیا کہے  
چھوڑو نہ ٹکڑیں کا کبھی دامان ببا

اس حسن تکلم کا ہے مہدی اعجاز  
ہر لمحہ ہستی ہے غزل خواں ببا

## اعجازِ هندی

اگر پرنہ اڑان بھرتا  
 تو میں بھی اس پر کمان بھرتا  
 فقط گواہی پہ منحصر تھا  
 دروغ گو ، کچھ بیان بھرتا  
 میں اس کی نیا ڈبو ہی دیتا  
 اگر ہواں کے کان بھرتا  
 غنوں کے تمغے سجا کے رکھتا  
 جو اپنے دل کی دکان بھرتا  
 جیب میں جو سکھنخانے وہ نہیں نہ  
 اصل میں ہے مال و دولت اور کچھ تو کیسے اپنا مکان بھرتا  
 آنکھ تو ہر چیز پر رک جائے گی  
 نئی غزل کے نئے قاشے  
 غریب لفظوں میں جان بھرتا  
 خدا کی جانب سے شعر آئے  
 میں ان میں اپنی زبان بھرتا  
 زندگی کچھ اور مہلت اور کچھ  
 کہ وہم بھرتا ، گمان بھرتا  
 یہی تمھی اعجاز - کی تھا  
 دعا سے وہ آسمان بھرتا

○○○

لارڈ جینل

## سید ریاض

یہ آگئی مری کچھ کام ایسا کر جائے  
جدھر جدھر میں چلوں ساتھ رہندر جائے

جم سے عاری لوگوں کا ہی سایا ہے  
رت یہ کیسی کیسا موسم آیا ہے

کوئی جیخ فنا میں اب تو گونجے گی  
شانوں نے کتنا شور مجاہا ہے

جو وقت آئے گا سب کچھ تباہ کر دے گا  
دعائیں مانگو یہیں وقت اب تمہر جائے

اس رت میں بھی پیاسی دھرتی پیاسی ہے  
اس رت میں بھی بادل گھر کر آیا ہے

اس کی ضرورت اس کی لانا پر حاوی ہے  
مجھ سے ملنے میرے گھر تک آیا ہے

میں تھک ڈکا ہوں یہ سمجھا کے اپنے لوگوں کو  
ادھر نہ جاؤ جدھر کوئی راہ بر جائے

نگی ہوئی ہے نظر اب زوال مظہر پر  
کبھی کبھی تو یہ بیکے ادھر ادھر جائے

بدلتی رت کی ادا دیکھ کر خیال آیا  
ہوا کے ساتھ کسی دن نہ میرا سر جائے

کون ہمارے ساتھ سفر میں شامل ہے  
کون ہمارے ساتھ یہاں تک آیا ہے

عبدالتوں میں ہوں شامل محبتیں بھی ریاض  
کوئی تو راستہ ایسا کسی گھر جائے

پڑپ پہنچھی نے پوچھا مجھ سے  
شہر سے سید کیوں جنگل میں آیا ہے

## صلاب رضا

بکھر جائے گا اس کو روکنا تو ہوا سے ضد میں کوئی لو ڈا تو  
برہنہ تن نظر آئے گی دنیا مری آنکھوں سے اس کو دیکھنا تو  
چراغ آگئی کی کو بڑھا دی ہوا کا قہقہہ ہم نے سنا تو  
سرپا ۶۰ نظر کے سامنے تھا ہیولی قبر سے کوئی اٹھا تو  
کھلیں گے تم پہ بھی اسرارِ دل کے اُسے پل بھر بدن سے سوچنا تو  
ابھی زندہ ہے کوئی اس سے کہنا دکھائی دے کہیں وہ کم نہ تو  
تعجب کیا سرپا دشت جاں میں دکھائی دے ہمیں آواز پا تو  
نے گا ۶۰ فغان صبح گاہی کبھی راس آئے گا یہ رتبجگا تو  
خیا پکر پکھل جائے گا زاہد پچشم لس چھوکر دیکھنا تو

## ضمیر یوسف

کائنوں سے بگزد کر بھی دامن کو بچالینا  
دیا کے ہر آک غم کو نہ نہ کے انحالینا  
  
 اس شہر میں پتھر کی ہر سوت سے بارش ہے  
جی داری ہے ایسے میں سر اپنا بچالینا  
اے باد صبا تمرا انداز نرالا ہے  
ہنٹے ہوئے پھولوں سے خوشبوں کو چرالینا  
  
 دل والوں کے مذہب میں یہ بھی تو عبادت ہے  
روتے کو ہنا دینا گرتے کو انحالینا  
  
 ڈر ہے کہ کہیں اگ دن ناسور نہ بن جائے  
ہوتوں کے قبسم میں زخموں کو چھپالینا  
  
 اس کا مجت میں ملتی ہے خوشی مجھ کو  
پھول سے وفا کرنا بوڑھوں سے دعا لینا  
  
 فطرت ہے ضمیر اپنی ہم پھول ہی بانٹنے  
کے دوست کے دشمن ہواں سے ہمیں کیا لینا

ماٹا کے تیرے قد کے برابر نہیں ہوں میں  
لیکن کھڑا ہوا کسی چھت پر نہیں ہوں میں  
  
 آکر کبھی تو دیکھے میری پناہ میں  
ہو عجج جس کا گھیر وہ قادر نہیں ہوں میں  
کیوں دیکھتے ہو مجھ کو نہلک کے سافرو  
یوں ہی پڑا ہوں، راہ کا پتھر نہیں ہوں میں  
  
 تصویر میری کھینچ رہا ہے وہ کس لئے  
گرتے ہوئے مکان کا مظہر نہیں ہوں میں  
یاروں نے نصب کر دیا مجھ کو صلیب پر  
میں چلتا رہا کہ پیغمبر نہیں ہوں میں  
کیوں امتحان لیتے ہو ہر وقت صبر کا  
انسان ہی تو ہوں، کوئی پتھر نہیں ہوں میں  
رکھتا ہوں اے فراغ طبیعت نقیر کی  
حالاں کے دیکھنے میں قلندر نہیں ہوں میں  
  
 احمد تمام رات ستاروں کا سر نیدہ رہا جو موسم آیا وہ اس غم میں آبدیدہ رہا  
علیٰ ہر ایک شخص لرزتا تھا بات کرتے ہوئے کہ اپنے فن میں وہ کامل تھا برگزیدہ رہا  
رتقاوں کے چن میں رہی بھار دوا م ہمارا باغ مجت خزاں رسیدہ رہا  
شاد تمام عمر رہے ہم سے وہ خفا یعنی تمام قاسمی وہ خوش کلام رہا خوش نظر رہا، بے شک قاسمی وہ جس نے چلتے میں تیری نہی ازاں تھی لباس اس کا بدن پر اگر دریدہ رہا  
وہ خود سے مل کے بہت دیر آبدیدہ رہا

لرود جبل

## محسن باعشن حسرت

### سردار خان اعظمی

تن و سناس تیر و تبر دیکھتا رہا  
مظلوم اپنا زور نظر دیکھتا رہا  
وہ دل کہ جس پر جور و ستم کی تھیں یورشیں  
لوگوں کی بے حصی کا اثر دیکھتا رہا  
  
تاریکیوں میں بنتا جو امید کی کرن  
اس کا ہی خواب شام و سحر دیکھتا رہا  
گردش میں رہا میرے مقدر کا ستارہ  
رنگینیوں کا خواب مگر دیکھتا رہا  
  
جس مت اٹھی آئے بتاہی کے قافلے  
میں ان کی نگاہوں کا اثر دیکھتا رہا  
سردار اس کے حسن کا چرچا تھا ہر طرف  
میں صرف اپنا زخم جگر دیکھتا رہا

چاہتا تھا خود سے بڑھ کے اسے میں نے کیوں بہت

اب دیکھئے نتیجہ کہ بے چین ہوں بہت

پکاہے ایک بوند بھی آنکھوں سے ہجر میں

دعویٰ تھا کہ بدن میں ہمارے ہے خوں بہت

جب مسئلہ خرد سے کوئی حل نہ ہو سکا

کام آیا ایسے وقت میں میرا جنوں بہت

کیسے بتاؤں کس نے کیا وار پیٹھ پر !

ہیں آج اپنے چاہنے والے تو یوں بہت

وہ سر کہاں جھکا ہو جو حسرت خلوص سے

بجدے میں یوں تو ہوتے رہے سرگوں بہت

## رشید انصاری

زنے میں وہ رسوا ہو گیا ہے جو اپنے قد سے اونچا ہو گیا ہے  
قدم بوی کو تعبیر یہ چلی ہیں ہمارا خواب سچا ہو گیا ہے  
اخاکر رکھدیا کرتا ہے خیز مرے قاتل کو یہ کیا ہو گیا ہے  
کرن پھوٹے گی امیدوں کی شاند اندھیرا اور گھرا ہو گیا ہے  
شفق رنگ اب بھی ہے چہرہ تمہارا مگر دل کتنا میلا ہو گیا ہے  
پکل کر ہو گیا سیال پھر یہ چج تو معجزہ سا ہو گیا ہے  
وہ کسی کی فکر کس کے غم میں آخر رشید انصاری جیسا ہو گیا ہے

فاعلاتن، فعلاتن دونوں جائز ہیں

س : دل ناداں تجھے ہوا کیا ہے  
آخر اس درد کی دوا کیا ہے

یہ شعر کس بھر میں ہے؟ کیا اس شعر کے دونوں مصرے ہم وزن ہیں؟ اگر ہیں تو وضاحت فرمائیں؟

ج : یہ شعر بھر مدد سالم، محبون، محبون، محبون مخدوف مسکن میں ہے

(فاعلاتن، فعلاتن مفاعلن فعلن)

شعر کے دونوں مصرے کے آہنگ میں تھوڑا سا فرق ہے پہلے مصرے کا وزن فعلاتن مفاعلن فعلن اور دوسراے مصرے کا وزن فاعلاتن مفاعلن فعلن ہے۔

فاعلاتن رکن سالم ہے اس پر جب زحاف ضم کا عمل ہوتا ہے تو سبب خفیف کا ساکن دوسراے مقام سے گرجاتا ہے فاعلاتن باتی پختا ہے۔ فاعلاتن اور فعلاتن کے آہنگ میں معمولی سا فرق ہے۔ ہمارے عروض دونوں نے اسی لئے صدر رہا بتد اسلام اور محبون دونوں کو روکا کھا ہے۔ اس لئے فاعلاتن اور فعلاتن میں سے کوئی بھی ایک رکن شعر کا صدر رہا بتد اہو سکتا ہے۔ آپ کو یہ بات تو معلوم ہی ہو گی کہ پہلے مصرع کے پہلے رکن کو صدر اور دوسراے مصرع کے پہلے رکن کو ابتدایا مطلع کرتے ہیں۔ ہماری اردو شاعری میں اس رہنمائی سے اکثر فائدہ اٹھایا گیا ہے۔

س : سرفروشی کی تمنااب ہمارے دل میں ہے دیکھنا ہے زور کتنا بازوئے قاتل میں ہے  
کرچلے ہم فدا جان و تن ساتھیو اب تمہارے حوالے وطن ساتھیو

مندرجہ بالا دونوں اشعار کس بھر میں ہیں اور ان کے ارکان کیا ہیں؟

ج: پہلا شعر "سرفروشی کی تنا" بھر رمل میں سالم مذوف میں ہے۔ ارکان ہیں

فاعلن فاعلتن فاعلتن فاعلتن فاعلن  
دوسرا شعر بھر تدارک میں سالم میں ہے۔ ارکان ہیں

فاعلن فاعلن فاعلن فاعلن

س: قدم رکے ہیں کہاں پ آ کر کہ لمحہ شمار میں ہے مرا تین ہے بے تحکما تری تو قع ظار میں ہے  
اس شعر کا وزن کیا ہے اور یہ کس بھر میں ہے؟

ج: اس شعر کا وزن ہے فعول فعلن فعول فعلن فعول فعلن  
بھر کا نام ہے متقارب مقوض ائم مضا عاف مندرجہ بالا ارکان اسی ترتیب سے مصروع میں آئندہ بار اور شعر  
میں سولہ بار ہوتے ہیں۔ یہاں ایک بات آپ کی خدمت میں عرض کر تاچلوں کے محقق طوی نے فوں فعلن کو  
ملائکر ایک سالم رکن وضع کیا وہ ہے مفاعلتن۔ اس طرح مندرجہ بالا شعر کی تقطیع بھر جمیل میں سالم  
(مفاعلتن مفاعلتن مفاعلتن مفاعلتن مفاعلتن)

سے بھی ہو سکتی ہے۔ مفاعلتن مصروع میں چار اور شعر میں آٹھ بار ہو گا۔

س: پنڈت دیاشنگر نیم کی مشہور منشوی گزار نیم کس بھر میں ہے؟ مندرجہ ذیل اشعار کی تقطیع کس طرح  
کی جائے گی؟

پریوں نے کشاں کشاں نکالا صندل آتش کدے میں ڈالا  
سمجھاتی رہی اسے دوڑانا لیکن اس نے کہاں ماٹا  
پریوں پر مفعول کشاں کشاں، مفاعلن نکالا، فعول  
صندل آر، مفعول آش کدے، فاعلن ہم ڈالا، فعول  
سمجھات رمفعول رہی اسے، مفاعلن و دلائار فعول  
لیکن اس رمفعول نے کہا، فاعلن ن مایا، فعول  
اس بھر میں تختین کی رعایت سے فائدہ اٹھایا جا سکتا ہے۔ دو مختلف ارکان کے ایک ساتھ ہونے پر اگر تین متواں  
حرکتیں جمع ہو جائیں تو درمیان کی حرکت کو ساکن کیا جا سکتا ہے۔ اس عمل کو تختین کہتے ہیں۔  
اس بھر میں مفعول مفاعلن میں لامف تینوں ایک ساتھ ہیں اور متحرک ہیں اسلئے م کواز روئے عروض ساکن کیا  
جا سکتا ہے۔  
پنڈت دیاشنگر نیم نے بھی اسی رعایت سے گزار نیم میں متعدد مقامات پر استفادہ کیا ہے۔

# کلاسک

منیر شکوہ آبادی

فانی بدایونی

مال سوز غم ہائے نہانی دیکھتے جاؤ  
بھڑک اٹھتی ہے شمع زندگانی دیکھتے جاؤ  
چلے بھی آؤ وہ ہے قبر فانی دیکھتے جاؤ  
تم اپنے مرنے والے کی نشانی دیکھتے جاؤ  
ابھی کیا ہے کسی دن خون رلا یگی یہ خاموشی  
زبان حال کی جادو بیانی دیکھتے جاؤ  
غورِ حسن کا صدقہ کوئی جاتا ہے دنیا سے  
کسی کی خاک میں ملتی جوانی دیکھتے جاؤ  
اُدھر منہ پھیر کر کیا ذبح کرتے ہو اُدھر دیکھو  
مری گردن پر خجھر کی روani دیکھتے جاؤ  
بپارِ زندگی کا لطف دیکھا اور دیکھو کے  
کسی کا عیشِ مرگ ناگہانی دیکھتے جاؤ  
سے جاتے نہ تھے تم سے مرے دن رات کے شکوے  
کفن سر کاڈ میری بے زبانی دیکھتے جاؤ  
وہ ائھا شویرِ ماتم آخری دیدارِ میت پر  
اب ائھا چاہتی ہے نعشِ فال دیکھتے جاؤ

جدائی کے صدموں کو نالے ہوئے ہیں  
چلے جاؤ ہم دل سنجالے ہوئے ہیں  
زمانے کی نکروں نے کھلایا ہے ہم کو  
ہزاروں کے منہ بکے نوالے ہوئے ہیں  
گزند اپنے ہاتھوں سے پہونچا ہے ہم کو  
یہ سانپِ آستینوں کے پالے ہوئے ہیں  
نہیں نام کو ان میں بوئے مردود  
یہ گل رو میرے دیکھے بھالے ہوئے ہیں  
نہیں اعتبار ایک دم زندگی کا  
ازل سے قضا کے حوالے ہوئے ہیں  
ہزاروں کو تھے سرفروشی کے دعوے  
قصد ق فدا ہونے والے ہوئے ہیں  
ہم آواز ہیں عیش و غم دونوں لیکن  
ترانے یہ نہ ہرے وہ نالے ہوئے ہیں  
منیر اب رہ حق میں لغزش نہ ہو گی  
یاد اللہ مجھ کو سنجالے ہوئے ہیں

لارڈ ہبیل

آپ سے مخاطب ہوں

جو لائی ۹۹ کے آخری ہفت میں احمد آباد میں پھر فساد برپا ہوا۔ دو ماہی "مکملن" کے مدیر سید ظفر ہاشمی نے مجھے ۷ جولائی کو خط لکھا جو ۳ اگست کی ڈاک سے ملا۔ وہ لکھتے ہیں "ان دنوں یہاں کی فضائی خرابی روزانہ کچھ نہ کچھ ہو رہا ہے۔ دعا کرتے رہیں۔ جو لائی اگست کے "مکملن" کی کتابت ہو رہی ہے۔ انشاء اللہ اگر حالات ساز گار رہے تو اگست کے پہلے ہفت میں منظر عام پر آجائے گا۔ اس وقت بھی فسادات کی خبریں ادھر ادھر سے آرہی ہیں۔ طبیعت پریشان ہے۔ پھر خط لکھوں گا۔۔۔۔۔"

سید ظفر ہاشمی صاحب کے لئے میرا جواب درج ذیل ہے؟

آپ کے صفتی شہر میں  
کس سے کیا لو چیز؟  
ایک بار پھر فساد کا موسم آیا ہے  
ہمیں صرف آپ کی خیریت مطلوب ہے!!

### ننگی سچائی

سیاست کے دائرے میں بندھا  
آدمی کا جیون کتنا وابیات ہو گیا ہے  
ٹھنڈی زہر بھری بوسیدگی سے  
اور بند شوال سے  
کلرا تی نو تی سانیس  
میرا مل اور نیو کلیائی تھیمار  
کی زدوں میں آگئی ہیں  
زمیں کا ہر ذرہ عزیز ہوتا ہے  
لیکن.....  
ننگی سچائی کے سامنے  
ہم یہ جد کھوکھے ہو چکے ہیں  
بھروسے کا جنگل  
دھوں دھوں سلک رہا ہے

اور صبح کی لکھنی دھوپ میں  
سیاہ رات  
خط و نام کے لئے  
بوکھلائے لوگ  
اپنے آپ سے  
پوچھتے پھر رہے ہوں گے  
آدمی کی پیچان کیا ہے  
خوفناک مظروں کے حق  
قاتل ارادوں کے پیچے!  
اکیسوں صدی کی دہلیز پر  
زمیں کا اوڑوں  
بجوت پریت اور بیتلاؤں سے  
کیوں بھرا ہوا ہے؟  
نہ ختم ہونے والے سوالیہ ننان میں  
الفاظ چپ ہیں  
ہر چہرے پر الگ رنگ چڑھتا ہے

## شاهد کلیم

آگے کیے جاؤں

اپنے اندر  
جذب کر لیا ہوں میں

پیش گوئی

سوائیزے پر مہہ آئے نہ آئے  
زمیں بن جائے گی شعلہ سر پا  
ہوا میں راکھ بن جائیں گی جل کر  
نشان زیست باقی نہ رہے گا  
عبث ہے جادو دال بننے کی کوشش  
اسی کا نام بس دائم رہے گا

سمجھوتہ

کے یقین آئے گا  
تری حکایتوں پر آج  
یقین کیے آئے گا  
کہ جب ثبوت ہی نہیں  
نپار سا گواہ ہے  
دول پر مہر لگ گئی ہے  
صرف ذہن جاتا ہے  
ایسے میں بازارا  
کے سمجھ میں آئیں گی

تری حکایتیں عجیب  
ندول کے تو قریب ہے  
ند میں سر پا آنکھ ہوں  
اب عافیت اسی میں ہے  
کہ اپنی اپنی راہ لیں  
یہ زندگی گزار دیں

پشت پر  
گھوڑے کی میں بیٹھا ہوا ہوں  
طیش میں آکر  
کبھی کوڑے لگاتا ہوں  
کبھی مہیز کرتا ہوں  
مگر وہ اڑ گیا ہے

دور

کو سوں دور ہے منزلِ بھی  
راہ بھی پتھر لی ناہموار ہے  
دو قدم ہی چل سکا ہوں میں  
کہ میرے پاؤں میں  
چھالے پڑے ہیں  
اور آگے کیے جاؤں؟

☆☆☆

## ساجد حمید

تریاق

آسمان چھونے کی خواہش  
جب بھی مجھ میں جاگتی ہے  
ٹیک کر ماہزاں پر  
اس کی سوندھی سوندھی خوشبو

راشد جمال فاروقی

رئیس الدین رئیس

ہمایہ کی واپسی پر

منزل کے خواب

کبھی دو سائے اُک بیتل کے نیچے  
دو پہر کے دھوپ سے بچنے کی خاطر ملے تھے  
دو پہر سے شام تک دونوں نے کچھ دعے کئے تھے  
ساتھ جینے کے سات مرنے کی قسم لیکر  
سفر میں چل پڑے تھے  
چند لمحوں کے سفر کے بعد  
پھر اُک موڑ آیا  
وقت کے آندھی چلی  
اور تاحد نظر  
اُک غبار مستقل تھا  
وقت گزرا  
رات ہر ساعت بکھرتی جا رہی تھی  
چاند، تارے  
آسمان پر ملکاکر  
ظلمتوں میں کھوچے تھے  
صح آج آئی تو سائے تھا تھا  
یوں سفر میں تھے کہ جیسے منزلوں کے خواب ٹوٹیں  
بجھر کے لمحوں نے آنکھیں کھول دی تھیں !!

جمیل میں آسمان سویا تھا  
آبشاروں میں رورہا تھا کہیں  
ہنس رہی تھی زمین پھولوں میں  
اور دھنک اوڑھنی سکھاتی تھی  
پربتوں کے سفید اجلے سر  
تمکنت اور وقار کے پیکر  
آسمانوں سے بات کرتے تھے  
گھائیوں کی اداں تھائی  
بال کھولے الاپ کرتی تھی  
مضطرب پانیوں نے  
سوئے ہوئے ہر شجر کو جگائے رکھا تھا  
خوش بیاں طاڑوں کو  
گودی میں سب پیوں نے سلاٹے رکھا تھا  
میں کہ واپس آگیا ہوں مگر  
میرا سب کچھ دیں پہ چھوٹ گیا

## ماں تمھیں یاد تو ہو گا

مرے بچپن کا دوست کھٹ سا عہد  
وہ شرارت کا زمانہ، وہ مرا چنپل پن  
جس کی بس کاٹ تھی وہ ایک کہانی تیری  
ہاں وہی جس میں تھی پریوں کی حیثیت  
ہاں وہی جس کا تصور تھا بہاروں کا بدل  
ہاں وہی جس نے کہانی کا محل چھوڑا تھا  
اور معصوم خیالوں پر حکومت کی تھی  
ہاں وہی جس کے لئے میں نے ہر شرط تری مانی تھی  
جس کوپانے کیلئے اچانکی کی ترپ دل میں مرے جائی تھی!  
آج محسوس یہ ہوتا ہے مجھے  
ماں یقیناً ترا بہلا وابڑے کام کا تھا  
تو نے جن خوابوں کو پکلوں پر سجا یا تھا کبھی  
ان کی تعبیر ہوا چاہتی ہے  
اپنے بیٹے سے کیا وعدہ تھیں یاد ہے!  
تیرے وعدوں کا تقاضہ ہے یہی  
جلدو ہانے میں چکے سے بہار آجائے  
اور پھولوں کی قطاروں میں تجھے مل جائے  
ایک خوشبو جو لڑکپن سے بسی ہے جی میں  
پریوں کے دلیں کا ایسا جھونکا  
ذہن و دل کے جو در پھولوں کو معطر کر دے  
ایک چڑھ کہ جو پریوں کی شہزادی سے ملتا جاتا  
ہاں وہی جس کے لبوب سے ہر دم  
پھول جھزرتے رہیں رعنائیوں کی بارش ہو  
ہاں وہی جو کہ ترے وعدوں کی تصور بھی ہو  
ہاں وہی جو گلہ مرے خوابوں کی تعبیر بھی ہو  
تاکہ مجھ کو بھی یقین آجائے  
آنکھوں میں بھرنے سے کانٹوں کی طرح چیختے نہیں  
خواب پکلوں پر سجائے کے لئے ہوتے ہیں!

لڑکوں جیسے

## راشید انور راشید

### ان دیکھے دوست کے نام ایک خط

آج تھائی نے پھر میرے کرے میں دستک دی ہے  
آج پھر دل نے کہاں تھے سے غائب ہو کر  
چند لمحوں کے لئے یادوں کو تازہ کروں  
تاکہ احساس کی موجودی میں رومنی تو رہے  
دنیاداری کے جھمیلے تو گے رہتے ہیں  
ہم بھی مصروف تھا ہوں ضروری تو نہیں  
خوشناسیاں دوں کو دھندا نے کامو قع نہ ملے  
دل کے شیشے پر کبھی گرد نہ جتنے دینا  
میری خواہش ہے تجھے پھول سا کھلنا دیکھوں  
کوئی دکھ کوئی بھی غم پاس نہ تیرے آئے  
لیکن اس دل میں یہ رورہ کے خیال آتا ہے  
تجھ کو ترپانے لگی ہے کوئی بے چین لہر  
میں تصور میں تجھے دیکھ رہا ہوں غم گیس  
لیکن اتنا تو بتا کیا ہے اداسی کا سبب  
اپنے شکان کا گھنا تو کہاں کھو آئی  
کیوں میرے داسٹے رہتی ہیں پریشان بتا  
میں گیا وقت نہیں لوٹ کے جو آنہ سکوں  
میں کوئی خواب نہیں ٹوٹا جس کا ہو نصیب  
میں تو موسم بھی نہیں ہوں جو بدل جاتا ہے  
میں تو بس تیرا ہوں تیرے ہی لیے زندہ ہوں  
ہاں ابھی دور بہت دور ہوں تجھ سے لیکن  
میں تیرے پاس بہت پاس ہوں دھڑکن کی طرح  
کھول احساس کی آنکھیں مجھے محسوس تو کر

## ضھیر یوسف

### رُباعیات

### شزال ضیغم

فلوڑ

ہر لمحہ ہے دیوار کی صورت یا رب  
سمبندھوں میں  
ہر پھول ہے اب خار کی صورت یا رب  
کہاں کہاں  
کیسے نہ ہو ہر عضو تنا رخی  
فلوڑ کیا  
ہر سانس ہے تکوار کی صورت یاد ب  
جاستا ہے؟

آنکھوں نے جو دیکھا تھا وہ پہنا نہیں  
اخلاص وقا مہر کا رشتا نہیں  
اس دل کو بھی کیا کیا تھا گماں مت پوچھو!  
بس ایک ہی ٹھوکر میں سکھلوانا نہیں  
کتنے ہے پر.....  
کس کس کے  
تخیلات پر فلوڑ گاؤں  
انت میں شام ک

بھینی ! ہے تیری شام سہانی اب بھی  
دکش ہے بہت تیری کہانی اب بھی  
ہیں دفن ہزاروں کے بڑھاپے تھے میں  
قائم ہے مگر تیری جوانی اب بھی  
کوئی رشتہ ہی نہیں بچے  
تمام رشتے فلوڑ میں ہی  
تبديل ہو جائیں گے.....  
سیاہ کاغذ پر سفید فلوڑ  
ہی رہ جائے گا  
بانی کچھ نہیں.....

ہر آہ کو تاثیر نہیں ملی سکتی  
قلبات میں تنویر نہیں ملی سکتی  
اے دل نہ سجا خواب حسین پلکوں پر  
ہر خواب کی تعبیر نہیں مل سکتی  
ایک نظم  
سماں ایک پھندا  
شاوی دوسرا پھندا

ہر آن محبت میں کی رکھتے ہیں دفتر تیرا پھندا  
اخلاص و مروت میں کی رکھتے ہیں  
کم ظرف جو ہیں ساتی میخانہ ضمیر  
اک جام ہی کیا دل میں تھی رکھتے ہیں  
محبت چو تھا پھندا  
عداوت پاچواں پھندا  
میں آج تک سویٹر بنانا نہیں سکھ پائی

## شہاب اختر

محبت کار و بار میں ابھرتی  
ایک اچھی دوکان ہے  
جہاں لوگیاں  
لوگوں کو پاس بلاتی ہیں  
اور بانہوں میں بھر لیتی ہیں

## PEPSI

منیشا کوڑا الکٹری فنی دیوانہ کرتی ہے  
وہ پسنوں کی دنیا جیسی ہے  
PEPSI کی کمپنی بہتر جانتی ہے  
منیشا اور اس کی فنی کے بارے میں  
شاہ رخ، اظہر، پھن سے  
بہتر ہے منیشا  
جب وہ پسپی کی خاطر  
ایک جھوٹ بولتی ہے  
تو  
ئی۔ وی یہ اچھے بازار پیدا کر رہی ہوتی ہے



## Miss World

میری جان تم پہنچ گئی ہو  
وہاں  
جہاں تو جیت جاؤ گی  
ملکہ صن کا خطاب  
تم نے میرے نام Fax میں  
اعتماد بھرے لبجے میں کہا ہے  
خدا تمہارے ساتھ ہے  
مجھے بھی یقین ہے  
تم اس بار ملکہ صن ضرور ہو گی  
میں جانتا ہوں  
تمہارا بدن مندر ہے  
جس پر آستھا کے سر سجدہ ہو گئے

## COCA COLA

محبت  
Coca Cola کی بوتل ہے  
محبت  
عامر خان کی کہانی ہے

لارڈ جسٹس

ستبر

## بھکاری

گلی محلہ سے بازار تک ہر کوئی بھیم کا کا کواچی طرح جانتا تھا۔ بہت سارے لوگ تو انہیں چیزیں بھی دیتے تھے۔ مگر بھیم کا کا بھی ان کا برآنہ مانتے تھے تھے۔ مسکرا کر ٹال دیتے تھے۔ بازار میں جب بھی بھی کپڑے کی دکان کے سامنے آکھڑے ہوتے تو سینہ بھی ان کی لکڑی چھین لیتے، بھی ہاتھ سے ان کا برتن تو بھی ان کی جب سے پیسہ نکال لیتے اور پھر کچھ باتیں بھی سناتے تھے۔ مگر بھکشا ضرور دیتے تھے۔

بھیم کا کا بھی خاموشی سے ان کی سب باتیں بڑے اطمینان و سکون سے سنتے رہتے تھے اور اس وقت تک سنتے رہتے تھے جب تک انہیں بھکشانہ مل جاتی تھی۔ بھکشانے کے بعد پھر وہ بھی کچھ نہ کچھ سناہی دیتے تھے اور آگے بڑھ جاتے تھے اور سینہ بھی مسکرا کر رہ جاتے تھے۔

بازار میں سینہ جی اور کا کا کی نوک جھونک ہوا ہی کرتی تھی اور یہ ان کا روز کا معمول تھا جن تھوڑے کے دن تو آتے جاتے ہی رہتے تھے۔ لیکن جب ایکشن کا زمانہ آیا تو..... سینہ جی گلے میں ہار ڈالے، دونوں ہاتھ جوڑے اپنے ساتھیوں کے ساتھ دوٹوں کے لئے نکل پڑے وہ چلتے ہوئے لوگوں سے ہی نہیں بلکہ گھر گھر جا کر انہوں نے لوگوں سے ملا قاتمیں کیس اور ووٹ دینے کی اپیل کی۔

گاؤں کنارے جب وہ ایک ٹوٹے چھوٹے بغیر دروازے کے جھونپڑے پر پہنچے تو وہاں مجرماً طور پر اودھ نگاہ ایک بوڑھا آکھڑا ہو گیا۔ بوڑھے کو دیکھتے ہی سینہ جی کی زبان خلک ہو گئی آنکھیں پھر اگئی دل بیٹھ گیا۔ ہاتھ بے جان سے ہو گئے تھے۔

سینہ جی کواب وہاں انہی کی کبی باتیں یاد آنے لگی تھی جو وہ کہا کرتے تھے کہ..... کیوں رے بڑھے، او کا کا تو کیوں رے روز روڑ ہمارے پاس بھیک مانگنے آتا ہے۔ ہم بھی آتے ہیں کیا تیرے پاس؟

پھر بھیم کا جواب بھی یاد آتا ہے..... سینہ جی اس سنوار میں ہر آدمی بھکاری ہے ہر آدمی کو ایک دوسرے سے کبھی نہ کبھی، کوئی نہ کوئی کام آہی پڑتا ہے کچھ لینا دینا ہی پڑتا ہے اور یہی دنیا کی ریت ہے، اسی کا نام دنیا ہے۔

سینہ جی سکتے کے عالم میں یونہی ہاتھ جوڑے کھڑے رہے، اور ان کے سامنے بھیم کا کا اب بھی اپنے پوچلے منہ

سکراتے رہے، سینہ جی کے دل و دماغ میں کاکا، کی وہی باتیں گر شش کرنے لگی کہ اس سنار میں ہر آدمی سے، بھکاری ہے اس سنار میں ہر آدمی بھکاری..... بھکاری ہے۔

## ترقی

پان دکان پر بیٹھے بیٹھے، او ٹنگتے او ٹنگتے وہ اکثر سو جاتا تھا۔ اکتا گیا تھا وہ اس دھنے سے خرچ بھی نہیں نکل پا رہا تھا۔ اس سے گھر بلو ضروریات پوری نہ ہونے کی وجہ سے گھر میں بھی بیچتی بڑھتی جا رہی تھی۔ یوں کے ملا مودو جوال سال لڑکیاں بھی تھی گھر میں اس رات گھر میں دونوں میاں یوں میں کافی بحث مباحثہ ہوا۔ دھنے کے بارے میں بھی اور فیصلے کے مطابق دوسرے دن سے یوں دکان پر آئیں ہی اس کے بھی کچھ سمجھ میں آیا۔ پھر اس نے پان بیزی سکریٹ کے علاوہ بچوں کی مٹھائیاں بیک وغیرہ دکان میں آگیا۔ اور اس کے علاوہ دکان میں دونوں لڑکیاں بھی آگئیں۔ اب دکان پانی دکان سے چھپ کنہا بڑی ہے اور دھنے بھی پورے شباب پر ہے۔

## عورت عورت

راستے کی دھول مٹی سے انخالتی ہوئی کوئی چیز..... یا پھر کسی دکان سے چراتی ہوئی یا ذڑھ دورو پی کی خریدی ہوئی چیز اگر محظوظ کو تحفہ دے دیا جائے تو وہ اسے اپنی جان سے بھی زیادہ عزیز رکھتی ہے۔

جبکہ خون پسند ایک کے کمائے ہوئے روپیوں سے دھوپ، آگ، پانی، بارش میں بھی گھنٹوں گھنٹے کھڑے رہ کر بھی گھر لایا ہو الا ان تک یوں شہر کی عدم موجودگی میں مٹی مول بیٹھ دلتی ہے۔

## دنیا

اس کے پاکٹ میں کسی ہیر و گن کی تصویر نہیں بلکہ ناگ اور ایک ناگ کی تصویر تھی۔ اس ناگ سے بہت ہی لگاؤ تھا پھر چاہے وہ چھوٹا ہو یا بڑا، کالا ہو یا پھر کہ لال اکثر وہ ناگ کے بارے میں ہی باتیں کرتا تھا۔ اس کا گلگ پھن، دانت، زہر وغیرہ وہ چاہتا تھا کہ میرے پاس کم از کم ایک عدد ناگ ہو، وہ میرا دوست ہو میں اس سے کھلیوں اور دوسروں کو بھی بتاؤں خواب میں بھی وہ ناگ ہی دیکھتا کرتا تھا اور جب ایک روز اچانک اس کے گھر میں ناگ نکل آیا تو اسے فوراً ایک موٹی لکڑی سے اسے مارڈا۔

اندر سر دب سر یو اسٹو اکا شعری مجموعہ

## شاخ لوزیدہ

شاخ ہو کیا ہے

قیمت: 80 روپے

رائٹر: 760 مسوانی قیچ پور، 212601

نو جوان شاعر شہاب اختر کا اولین شعری مجموعہ

## طلوع

طباعت لے مراس میں

قیمت: 125 روپے

رابطہ: مکٹر کا تھو اشور کپڑا پی، جہرماں، حلبہ 8281111

لارڈ جسٹن

# کلچر

پ: مسرت شاہین

## جرائم کی معیشت

مابعد جدیدیت نے انسانی تہذیب کو آج ایسے مقام پر لا پنکا ہے جہاں جرام کی بھی اپنی ایک معیشت بن گئی ہے۔ تجہب کی بات ہے کہ یہ کوئی عام سانحہ نہیں ہے بلکہ دنیا کی سب سے بڑی اور طاقتور معیشتوں میں سے ایک ہے۔ اقوام متحده کی ۱۹۹۹ء کی انسانی ترقی کی رپورٹ میں بتایا گیا ہے کہ دنیا کے متحده مجرموں کی کل آدمی برطانیہ جیسے ترقی یافتہ ملک کی کل قومی آمدی سے کہیں زیادہ ہے۔ اقوام متحده کی رپورٹ میں اندازہ لگا گیا ہے کہ ان کی سالانہ آمدی ۱۲۰۰۰ کا حرب ڈال رکے آس پاس ہے۔ جبکہ برطانیہ کی کل قومی آمدی ۳۰۰۰ کا حرب ڈال رکے آس پاس ہی ہے۔ متحده جرام کی اس معیشت نے بڑی بڑی ملٹی نیشنل کمپنیوں کے ہوش ازا دیے ہیں۔ ان میں سب سے زیادہ پھیلاو نشیلی دواوں کی اسمگنگ کا ہوا ہے۔ مابعد جدید کلچر نے ان جرام کو بہت حد تک استناد عطا کیا ہے۔ اور اس نے جس کلچر کی پرواروگی کی ہے اس سے نہ وار ادویہ کا استعمال بڑھا ہے۔ سگریٹ کے کش اور ڈسکو محلوں میں شراب کے پیگ کے بعد مابعد جدید نسل کو مزید نئے پن کی خواہش تھی لہذا نئے پن کی عاشق مابعد جدید نسل نے نشووار ادویہ کو خوش آمدید کہا۔ اور آج نشیلی دواوں کی غیر قانونی خرید و فروخت یعنی اسمگنگ دنیا کی سب سے بڑی صنعت "کار" صنعت کو بھی پیچھے چھوڑ چکا ہے۔ آج نیشنل دواوں کے اسمگلوں کے پاس لگ بھگ ۲۰ کروڑ گراہک ہیں جو ۱۳۰ ارب ڈال کی سالانہ نشیلی ادویہ خریدتے ہیں۔ کیا اس طرح یہ صنعت COCO COLA اور PEPSI اور مجبوتوں کو نکر دیتی نظر نہیں آ رہی ہے؟ سب سے زیادہ چونکا دینے والی بات یہ ہے کہ نشووار ادویہ کا یہ کاروبار دنیا کے کل کاروبار کا ۸۰ فیصد ہے۔

اس کے علاوہ چوری بھگی اور جسم فروشی کے معاملات الگ ہیں۔ حالانکہ یہ سارے جرام پہلے بھی موجود تھے مگر مابعد جدید تہذیب نے ان کو استناد (Recognition) عطا کیا ہے۔ اور اب یہ کاروبار منظم طریقے سے ہونے لگے ہیں۔ مثلاً جاپان کا مشہور مافیا گروہ "یا کو جا" ہائینڈ میں نہش کتابوں اور نہش (بلیو) فلموں میں اپنا پیسہ لگا رہا ہے اس طرح چین کے لوگ لندن میں ایک خاص قسم کی ریستوران کھول رہے ہیں۔ سلی کامافیہ گروہ نیویارک میں نیشنل دواوں کا کاروبار چلا رہا ہے۔ اب انٹرنیٹ کی بھی کرشمہ سازیاں دیکھ لیں کہ پچھلے دنوں امریکہ میں کمپیوٹر (انٹرنیٹ) کی مدد سے لاکھوں ڈالر اڑانے کی کوشش ہو چکی ہے۔ ہزار رخ والی مابعد جدیدیت کا یہ پہلا رخ ہے۔ افراتا زر پر سرکاری کنٹرول اول تو پہلے سے ہی کم تھا اب ان غیر قانونی معیشتوں کے چلتے سرکاری کنٹرول مزید کم ہوا ہے۔ بازار میں آئے کھلے پن کی باعث اب ملکوں کی سیاسی سرحدوں کا پہلے سا وقار قائم نہیں رہا ہے۔ کمپیوٹر انٹرنیٹ،

سائبرا اپس، سلیاٹ چنل، سیارہ جاتی انتقالات پرچھی، کوکولا اور دیگر ملٹی نیشنل کمپنیوں نے ملکوں کی سرحدوں میں دخل اندازی کو نسبتاً آسان بن دیا ہے۔ آج یہ بات قطعی حیرت انگیز نہیں کہ کوئی کار جو ہانسر گ کی سڑکوں سے غل اندازی کے لئے لاہور کی مارکیٹ میں نظر آئے ہندوستان کے شمالی علاقوں میں کار چوری کے واقعات اکثر ہونے لگے ہیں۔ اور چوری ہوئی کار یا موڑ باہیک فروخت کے لئے نیپال کی مارکیٹ میں نظر آتی ہے۔ اثر نیٹ، میلی کیونی کیش، فیکس وغیرہ کی سہولتوں نے صرف ان جرام کو منظم بنانے میں آسانیاں پیدا کیں بلکہ یہن الاقوامی سطح پر روپیوں کے لین دین کو بھی آسان بنادیا ہے۔ ان سہولتوں کے چلتے وصولی کی جگہوں کو بہ آسانی تبدیلی کیا جاسکتا ہے۔ کالا پیسہ، سفید کیا جاسکتا ہے۔ پہلے کے جرام اور آج کے جرام میں یہ بیانی فرق ہے کہ پہلے جہاں جرم ہوتا تھا تو جرم کے لئے وسائل بھی وہیں سے جٹایا جاتا تھا مگر آج کے اس ما بعد جدید دور میں نشر و اشتافت کے شعبے میں جو انتقالات آئے ہیں اس کے چلاتے اب حالات بدل گئے ہیں۔ آج جرام کہیں اور ہوتے ہیں پیسہ کہیں اور سے لگایا جاتا ہے۔ اور فائدہ کہیں اور اٹھایا جاتا ہے۔

جس منظم طریقے سے اور جن سہولتوں کے سہارے یہ جرام کئے جا رہے ہیں انھیں دیکھ کر نیاز ہن یہ محسوس کرنے لگتا ہے کہ یہ بہت مضبوط تجارت ہے۔ لہذا نی نسل اس کی طرف راغب بھی ہو رہی ہے۔ اور یہ ما بعد جدید تہذیب کے لئے کوئی خوش آئند بات قطعی نہیں ہے۔

تمکیل کے بعد من موہن تلحیخ کا نجپاں مجموعہ کلام

### وسائلہ

ماہ اکتوبر میں منظر عام پر آ رہا ہے

قیمت: 150

رابط: شب خون 313 رانی منڈی اللہ آباد: 211003

معنی الدین جینا بڑے کا دلیں افسانوی مجموعہ

### تمہیر

قیمت: 150 روپے

رابط: A-نیو اکیڈمک اسٹاف کوارٹر، یونیورسٹی آف میمنی،

دویاگری سانتر کروز: میمنی 400098

غلام مرتضی راہی کی غزلوں کا نیا مجموعہ

### لام کلام

(زیور طبع)

..... آپ کے شعری تجربوں میں جو گہرائی اور سچائی اور اسلوب میں جو سادگی، تازگی اور دلاؤیزی ہے وہ بہت کم شعراء کے بیہاں ملتی ہے۔ واقعی آپ کا کلام منفرد نوعیت کا ہے، ہجوم میں اپنی منفرد حیثیت کو قائم کرنا آپ کے تخلیقی ذہن کی غیر معمولی فعالیت کو ظاہر کرتا ہے۔

(ڈاکٹر) حامدی کاشمیری

رابطہ: راہی منزل 135 - پنی، فتح پور (یو۔ پی)

212601

لارڈ جسٹس

ستمبر

## دھنک رنگ

خالد صدقی

### اب ”پانی“ اور ”بگوشت“ بھی انگریزی لفظ

کیا آپ نے کبھی سوچا ہی تھا کہ لوئی برس لفظ پانی اور لوست وائز (Water) اور بیف (Beef) کے مقابل کے طور پر بولے گا۔ جی ہاں اب یہ ممکن ہو گیا ہے کیونکہ انگریزی کی مشہور لغت آکسفورڈ کشنری میں ان دونوں لفظوں کو انکے اصل معنی کے ساتھ داخل کر لیا گیا ہے اس سے قبل لفظ بندوبست بھی آکسفورڈ کشنری میں شامل ہو چکا ہے۔ اب تک کل ملا کر ۲۲۵ ہندوستانی (اردو؟) الفاظ آکسفورڈ کشنری میں شامل ہو چکے ہیں۔

### فراغ روہوی اور نسیم فالق کے ماہیوں کے مجموعے کی رسم اجراء

مسلم اسی نیوٹ لے نیاز احمد خاں ہاں میں ایک حوتلوار اور ستاندار لفربیٹ معروف شاعر فراج روہوی کے ماہیوں پر مشتمل مجموعہ ”چھیاں چھیاں“ اور نوجوان شاعر نسیم فالق کے ماہیوں پر مشتمل ”پھوہار“ کے اجراء کے سلسلے میں ہوئی جن کو بکمال حسن و زیبائی شائع کیا گیا ہے۔

### پروفیسر جگن ناٹھ آزاد کو مدھیہ پر دلش اردو اکیڈمیکی الیوارڈ

مدھیہ پر دلش اردو اکیڈمی کا قومی کالیوارڈ نامور شاعر اور ماہر اقبالیات پروفیسر جگن ناٹھ آزاد کو تفویض کیا گیا۔

یہ کالیوارڈ ایکس ہزار روپے، خلوت، توصیف نامے اور تحفہ یادگار (MEMENTO) پر مشتمل ہے،

### انجمن خیر الاسلام دھابولی میں وینی جلسہ

انجمن خیر الاسلام تعلقہ دھابولی ضلع رتاگیری میں ایک نعمتیہ مقابله کا پچھلے دنوں انعقاد کیا گیا۔ اس جلسہ میں کثیر تعداد میں طلبہ اور آس پاس کے تعلقوں کی معزز شخصیات نے شرکت کی۔

سنگاروان کے خالق شوکل احمد کے افسانوں کا نیا مجموعہ

۹۹ء اور ۹۹ کی غزلوں کا انتخاب

ترتیب: مناظر عاشق ہر گانوی، شاہد نعیم

### قرطاس

یمت: 200 روپے

رابطہ: (کوہ سار) برہ پورہ، بھاگل پور، 812001

### القاموس کی گردن

(زیر ترتیب)

رابطہ: 301 گرینڈ پارٹمنٹ، نیو پاٹی پتھر کالونی، پٹی

800013

ستمبر

41

الرؤوف جیبل

# حالی پیلی

ایم اسلام

کلو: بس اردو اور ہندی میں کیا فرق ہے۔

باس: اپن کو کیا معلوم؟ پاکٹ مارنے اور جب کرنے کا فرق بول تو ہذاں

کلو: بس تو تمہوا بہت پڑھے لائے اس کے لئے پوچھتا ہے۔

باس: پن تیرے کو ایسا کیا ضرورت پڑے گئے لائے ہے ہندی اور اردو کا؟

کلو: بس، کل ذریباکٹ ماری کے دھنے سے فرماتا کہ اپن فورٹ کی طرف نکل گئے لاتھا۔ ادھر اردو والوں کا "رامائش" ایک سینما رتحا۔ ادھر یعنی گوپی چند نارنگ صاحب بھی آئے لاتھا۔

باس: گوپی چند نارنگ!

کلو: ہاں ہاں گوپی چند نارنگ، ویسی جو ما بعد جدیدیت کا "D" ہے۔

باس: اچھا اچھا تو پھر

کلو: سینما کے بعد اپن کا گوپی چند نارنگ اور ندا فاضلی صاحب سے بات چیت ہو۔ اس بات چیت میں عبد الاحمد ساز صاحب اور عبد العظیم بھی بھی تھا۔

باس: تو پھر

کلو: وہ لوگ کچھ اردو ہندی کا بات کرتا تھا کہ اردو اور ہندی کا باوتھری آج کل تم تھم ہو گئے لائے۔ اور اردو کا برا برا شاعر لوگ کا کتاب ہندی میں بھی ہے۔

باس: اس کیا ہوتا ہے؟

کلو: بس تم کو نہیں معلوم یہ تو بہت برا گھوٹالہ ہے۔ چارو گھوٹال سے بھی برا گھوٹالہ ہے۔

باس: وہ کیسے؟

کلو: وہ ہندی والا اردو کا سب چیز اپنے ادھر اپورٹ کر لیتا ہے۔ اپن اردو کا لیبل بھی نہیں لگتا اور اپنائیں بال بول کر بیچتا ہے۔

باس: اپن تو سے لائے کہ ہندی دیہاتی زبان ہے اور اردو شہری

کلو: بس تو یہ بولتا ہے پن آج کل شہر میں دیہاتی لوگ بہت آگئے لائے اور کچھ دنوں سے ندا فاضلی اور گوپی چند نارنگ صاحب کا انعام بیننا یے لوگوں کے یعنی ساتھ ہے۔

کلو: اپن اس سے ندا فاضلی اور گوپی چند نارنگ کو کیا؟ ان کو تو ہندی میں بھی پڑھی ملتا ہے اور اردو میں بھی زبان جائے بھاڑی میں

باس: یہ تو کھلا فراہم ہے۔ اسکے خلاف تو اردو والوں کو انہی کھڑا ہونا چاہئے۔

کلو: کون انہی کھڑا ہوگا.....؟ ایک عبد الاحمد ساز اور عبد العظیم کے بولنے سے کیا ہوتا ہے۔ جب اپنائیں سکر کھونا ہو تو دوسروں کو کوئی کیا بولے؟

باس: پن یہ تو اردو سے بے ایمانی ہے۔

کلو: بس ادھر ایماندار کون ہے؟ اپن لوگ پاکٹ ماری کا دھنہ کرتا ہے اس کے لئے بدھاں ہے۔ اور وہ لوگ ادب میں پاکٹ ماری کرتا ہے پن ان کو کوئی کچھ بولنا یقین نہیں۔

لطفہ رہمن

ستمبر

## خطوط

اور دیگر دفاتر کے یہی حال میں بھئی یہی تو اردو کی خدمت ہے۔

**جلیل بازید پوری**

**اندھیروں کے لئے تنوری لکھ دے**  
ماہنامہ ادبی اردو چینل کا جولائی شمارہ ملا۔ دیکھ کر یقین ہی نہیں ہو رہا تھا کہ یہ اردو چینل ہے۔ بہر حال وقت کی قلت کے باوجود میں نے وقت نکالا اور دو دن میں چٹ کر ڈالا۔ ویسے تو چینل کا پورا حصہ ہی پڑھنے لائق ہے مگر حامد اقبال صدیقی کی غزل کا ذائقہ ہی کچھ الگ تھا۔ ان کا یہ شعر

میں اپنے حق میں کیا مگوں خدا  
اندھیروں کیلئے تنوری لکھ دے  
بہت پسند آیا اس شعر میں سمندر کو کوزے میں بند کر دیا گیا ہے۔

**مبینی**

**آفتاب عالم**  
اس میں شک نہیں کہ ”اردو چینل“ ایک بہترین معیاری رسالہ ہے۔ ”اردو غزل“ ایک بحث مفہوم پسند آیا۔ ناصر کاظمی اور شرکاء کی گفتگو ادب میں ہم عصری کیا ہوتی ہے نظر سے گذرنا۔ نہایت بصیرت افروز گفتگو ہے۔ اسلامیات کے حوالے سے تاثیت اور اسلام زیر کا مطالعہ ہے ختم کرلوں تو اس کے بارے میں آپ کو لکھوں۔

ارتضی نشاط غلام مرتضی راہی، ظفر اقبال ظفر کی غزلیں، حاصل اشاعت ہیں۔ عبید اعظم اعظمی کا

”اردو چینل“ کا تازہ شمارہ ملا۔ پہلے شمارہ سے بہتر اور خوبصورت ہے سرور ق بہت خوب ہے۔ مشمولات دیکھ کر حیرت انگیز مسرت ہوئی۔ بڑی جانشناختی سے اس کی تدوین ہوئی ہے۔ آج جب اردو حلقوں میں زبان و ادب کی جانب سے مایوسیوں کے گھنے بادل چھائیں ہیں تو تمہارا تازہ شمارہ اور اس کی تخلیقات امید افزائی نہیں بلکہ حوصلہ افزائیں۔ آصف فرنخی کا افسانہ ”بھئی“ اپنے موضوع کے تنوع، اسلوب کی ندرت، یعنیکی جدت، احساس و بیان کی وضاحت کی بنیاد پر منفرد نظر آتا ہے۔

”تاثیت (Feminism) اور اسلام“ نہ صرف اردو ادب کے نوادر بکہ اساتذہ کے علم میں بھی اضافے کا سامان ہے۔ یقیناً اس بر قریبی کے دور میں اس قسم کے معنی خیز مقالہ کی ہی ضرورت ہے۔

اس منفرد رسالے کے لئے واقعی تم مبارکباد کے مستحق ہو۔

**لکھنؤ**

آپ کے خیال میں آرا چلانا بھی تخلیقی عمل ہے جبکہ یہ معاشی عمل ہے۔ رفع حاجت کرنا فطری عمل ہے اور وظیفہ زوجیت ادا کرنا حیوانی عمل ہے اور کسی کے لئے ہمدردی کا اظہار کرنا ملکوتی عمل ہے آپ ایڈیٹر ہیں جو لوگ آپ کو حاجی بولیں آپ انہیں حاجی کہئے اور ان کی تخلیقات چھاپتے رہئے ایک ایک ادیب کو ایک ہی شمارے میں دو دو بار چھاپئے کسی اردو کے اخبار کے دفتر جانے کے بعد مدیر ان کے رویے سے ایسا لگتا ہے وہ لوگ آسمانی مخلوق ہیں خاص کر بھئی کے انقلاب، اردو نامزد

مضمون "علم عروض" نہایت معلوماتی اور منطقی دلائل پر مبنی ہے۔

پرتاپ گڑھ مہدی پرتاپ از عی  
"اردو چینل" مختصر رسالہ کی مگر بہت باہمی رسالہ ہے۔ آصف فرنخی کا افسانہ "بہمنی" عبدالمیں ہا مضمون "پوست مارٹم" اور قدیم شعراء کا کلام بہ عنوان "کامسک" بہت اپنچھے لگے سب سے زیادہ خوشی مجھے "علم عروض" کی شمولیت سے ہوئی آج کل شعراء کا پورا جمیع چند بحور میں سست جاتا ہے۔ اس مضمون سے لوگوں کو روشنی ملے گی۔

کانپور فاروق جائیسی  
ادبی اردو چینل کے تازے شمارے میں شامل میرے مراستے میں میر انعام "غلام راہی جلی حروف میں چھپا ہے۔ درمیان سے "مرتضی" غائب ہے ما قبل شمارے میں میری غزل کو "مرتضی راہی کے نام سے شائع کیا گیا تھا۔ معلوم ہوتا ہے رسالے کی کپوزنگ اور پروف ریڈنگ پر مامور صاحبان میرے نام کے چہرے کو بجا دنے پر عمل گئے ہیں۔

"آغاز" کے ذیل میں علامہ سیماں اکبر آبادی کے قرآن کے مظہوم ترجیحہ بنام "وحی مظہوم" کو بلند پایہ شاعری قادر اکادمی اور عروج فن کا یہی ثبوت بجا طور پر کہا گیا ہے۔ لیکن اسے قرآن پر سیماں صاحب کے عبور حاصل ہونے کی دلیل بتانا میرے خیال میں درست نہیں، قرآن پر عبور حاصل ہونا کے معنی قرآن پر حادی ہونا محل نظر ہے۔

بجی گئی۔ عبد العظیم اعظمی یہیے صاحب نظر اور پایے

بہمنی میں میری زندگی کے لئے برس گزرے ہیں۔ اس حوالے سے بہمنی بہمنی سے میری دلچسپی جذبوئی ہے۔ لیکن آصف فرنخی کے منتخب افسانے نے بہمنی کے حوالے سے ذہن میں بہت سی یادوں کو روشن کر دیا ہے۔ اتنے خوب صورت افسانے کی اشاعت پر آپ بھی مبارکباد کے مستحق ہیں۔

نظموں میں شرون و کار و رماکی "رقص بیل" نے دل کو چھولیا۔ نواب سید محمد خان رند بہت دن بعد صفحہ قرطاس پر نظر آئے۔

### وہی

اس شمارے میں شامل زیادہ تر عزی اور شعری تخلیقات معیاری اور قابل مطالعہ ہیں۔ میں اپنی جانب سے تمام فلمکاروں کو مبارکباد پیش کرتا ہوں اور امید کرتا ہوں کہ یہ آئندہ بھی اپنی بہترین تخلیقات سے "اردو چینل" کے کالم کو سجا تے اور سنوارتے رہیں گے۔ دعا گو ہوں کہ "اردو چینل" آسمان ادب پر ایک درخششہ تارے کی مانند ایک لمبے عرصے تک جگہا ہ رہے اور اس کی کرنوں سے ہم جیسے تشکان ادب فیضاب ہوتے رہیں گے۔ خدا آپ کے رسالے کو ہر کامیابی سے ہمکار کرے۔

### ملکت محسن با عشق حرست

عرصے کے بعد اتنا خوبصورت رسالہ دیکھنے کا موقع ملا۔ عمود کتاب دلوں از طباعت کے ساتھ مضامین لفظ و نثر کے اختیاب نے رسائل کی بھیز میں اسے ایک

اپنی ایک آن بان، ایک شان، ایک پچان رسمتی ہے۔ نہ کوئی اسے مناسکتا ہے نہ منا سکے گا۔ اردو کو سنواتنے سجانے اور بتاتا عطا کرنے والے آپ ہی ایسے مخالصین ہیں ”جبون کیا ہے؟“ ایک ایسی جدت جس پر سو قد اتنیں شمار جتنی بھی تعریف نہ کی جائے وہ کم ہے۔

یہ ماہنامہ ایک جر عمدہ آب سی لیکن یہ اتنا سیراب کر دیتا ہے کہ سمندر بھی اتنا سیراب نہیں کر سکتا تعریف و توصیف کے الفاظ کہاں سے لاؤں؟

### فیض آباد لیق اندر

شمارہ کے مشمولات معیاری ہیں۔ آپ کے انتخاب کی یقیناً اودینی چاہئے۔ اتنی کم قیمت پر اسکو آپ کب تک جاری رکھ سکیں گے۔ عزم اور حوصلہ محکم ہے تو دنیا میں کوئی چیز ناممکن نہیں۔ بتائیے میں آپ کے لئے کیا کر سکتا ہوں؟

### ابراہیم اختر بہار

یہ رسالہ اردو ادبی ہونے کے ساتھ ساتھ کثیر معلوماتی صحیفہ بھی ہے اس میں ہر ادبی صاحب ذوق کی ادبی دلستگی کا سامان موجود ہے۔ مجھے یقین ہے کہ ان خوبیوں کے ساتھ یہ موخر رسالہ روز افزوں ترقی کرے گا اور اردو کی تبلیغ میں معاون ثابت ہو گا۔

### فتح گڑھ راجندر بہادر مونج

آپ اشتہارات کیلئے ایک دو صفحہ ہی مختص کر دیں۔ کلاسک کے تحت انعام اللہ یقین اور جگربسوانی کی غزلیں متاثر کرتی ہیں۔ لیکن بھائی اس کے لئے آپ شروع یا آخر کا صفحہ مقرر کر دیں تو ہم قارئین کی آنکھوں کو گرائ نہ گز رے۔ رسالہ بہت عمدہ چل رہا ہے۔ آپ مخت

کے عروض والی کی ادارت میں شائع ہو رہے اس رسالے میں بعض ناموزوں اشعار کی اشاعت کا بھلا کیا جواز ہو سکتا ہے؟ نامی گرامی قلمکاروں کی شرکت نیز گوناں گوں خصوصیات کے باعث یہ شمارہ سابقہ شمارہ پر سبقت رکھتا ہے۔ پروف ریڈنگ مزید توجہ چاہتی ہے۔

### فتح پور غلام مرتفقی راہی

غزلوں میں شمارہ احمد شمار کی غزلوں کا جواب نہیں۔ اگر آپ رسالہ کو پورے طور سے غزل کا رسالہ بنادیں تو بہت اچھا ہو گا۔ نشری نظمیں مت شائع کیجئے۔ نشری نظموں کے سیالب نے اردو شاعری کے عروضی نظام کو ضرب پہنچایا ہے۔ نظمیں پابند، معره یا آزاد چھاپے۔ عبیدا عظیم اعظمی ”علم عروض“ والے گوشے میں اچھے لگے۔ عروض والا کالم بھی جاری رکھئے۔ بقول عالم خورشید اب تو شاعری کے مکتب بھی نہیں رہے۔ اگر اس طرح کی خدمت کوئی عمدہ رسالہ کرے تو بہتر ہے۔ آپ کے رسالے میں اس کا امکان ہے۔ لہذا قدیم شاعری سے بحث، کلاسک اور نوکلاسیکٹ وغیرہ پر بھی مضمایں کا سلسلہ شروع کیجئے۔ کلاسک کے گوشے میں انعام اللہ خاں یقین اور جگربسوانی کا کلام شعری ذوق کی تربیت کے لئے عمدہ ہے۔

### در بھنگ جمال اویسی

ماہنامہ ”ادبی اردو چینل“ کا تازہ شمارہ (جو لائلی ۹۹ء) ملا، کفران نعمت میں شمارہ ہو گا۔ دادته دینا۔ جزاک اللہ ظاہر الحضر۔ باطن تدرست و توانا۔ علمی و ادبی معلومات کا نیزانہ۔ حصہ نہ ہو یا حصہ نظم۔ سب اپنی جگہ معتبر، آپ حضرات نے ثابت کر دیا کہ اردو آج بھی

میں سانیات، اگر بمبئی کی طرف اشارہ ہے تو  
یہ مان لو کہ **Bombay slang** کا اپنا ایک پلچر ہے۔  
پلچر **Refinement** کا عمل ہے۔ جسے جاری رکھنا  
ضروری ہے۔

جناء خان

**بمبئی**

آپ نے سر ورق کیا دیدہ زیب بنایا ہے قلم  
توڑ دیتے ہیں۔ سبحان اللہ اس سے پہلا شمارہ معاف تجھے  
اتنا **Meningful** نہیں تھا سر ورق کے لحاظ سے جس  
میں آپ نے میری غزل کو بھی شریک اشاعت کیا تھا۔  
اس میں کچھ کتابت کی غلطیاں بھی در آئی تھیں۔ اس کی  
شکایت میں نے اس لئے نہیں لکھی تھی کہ ایسا تو ہوتا ہی  
رہتا ہے۔ کاتب حضرات بھی اپنے اختیارات بہر حال  
استعمال کرتے ہیں۔

اپنے تاثرات کیا حاضر کروں ایسے تو سب سے  
پہلی بات یہ کہ پرچہ نام ہی آپ نے اتنا پیار ارکھا ہے کہ  
واد خسین سے جتنا بھی آپ کو نوازا جائے کم ہے۔  
باہری مسجد نمبر نوال کر آپ نے گویا ایک دستاویزی  
کارنامہ انجام دیا تھا۔ اس میں سارے ہی مضامین جاندار  
بلکہ شاندار تھے۔ خاص طور سے مجروح صاحب نے  
بہت بہت صاف باتیں کہیں تھیں۔ وہ شمارہ تو میں نے  
کئی لوگوں کو پڑھوایا ہے سب نے تعریف کی۔ اس کے  
بعد آپ کے پرچے میں جو مواد آتی ہے۔ اس عہد کی  
ضرورت ہے۔ اسلامیات کو آپ نے شامل کر کے اس  
گوشہ اہمیت دو بالا کر دی۔ یہ بھی ہماری عہد کی  
ضرورت ہے۔ کہ ہم اپنے مذہبی عقائد نظریات کو  
سامنے پس منظر پر رکھیں۔ جو گندر پال کے افسانہ پسند  
آیا غزل میں بھی اچھی ہے علم عروض پر آپ کا کالم جاری

جاری رکھئے بہت جلد شر آور ثابت ہو گی۔

الہ آباد

خواجہ جاوید اختر  
اردو چیل کا تازہ شمار ملا۔ اول تا آخر جاذب نظر لگا  
پڑھنے کے لئے بھی بہت کچھ ہے۔ شعری تخلیقات بھی  
عمدہ ہیں۔ اتنے کم صفحات میں اتنا سارا میزٹر کھپانا ایسا ہی  
ہے۔ کوزے میں دریا کو سودا ہو۔ میں آپ کو دلی  
مبارکباد پیش کرتا ہوں۔

انس دہلوی

پلچر کے بارے میں

تمہارا مضمون پلچر، پڑھنے کے بعد جو پہلی بات  
مجھے سمجھ میں آئی ہے اس سے تو یہ لگتا ہے کہ تم ہر نئے  
development میسا خوش اور upset ہو۔ تمہارا  
نظر یہ شاید اس لئے پاک نہیں ہے۔  
ایسا تمہارا سوچنا ہے کہ ہم نے زمین سے رشتہ توڑ  
کے آسمان سے استوار کر لیا ہے، لیکن کیا آسمان غیر  
ہے؟ کیا آسمان ہمارا اپنا نہیں؟

سیلابٹ ہے تم نے condemn کیا ہے زمین  
اور آسمان کے فاصلے کو کم کر رہا ہے، ہمیں بلکہ ہماری  
زمین سے ہمارے لوگوں کو globally و نزدیک audience تک پہنچنے  
ہے۔ اگر ٹیپو سلطان ایک بڑی کیا  
کیلئے بخے خان کے روپ میں سامنے آئے تو برائی کیا  
ہے؟ کوئی پلچر universal اور permenet  
نہیں ہو سکتا ہے اگر ت یہ بات ذہن نشین کرلو تو کوئی  
پریشانی نہ ہو گی۔ slang، madona، elvis  
peraleys تہذیب میں غیر تہذیبی پن نہیں۔ بلکہ  
اپنے آپ میں ایک culture ہیں تم مانو یا نہ مانو بھی

اسے دیکھ کر لاہور سے نکلنے والے اشخاص احمد صاحب کے "داستان گو" کی یاد آتی ہے۔ ان دونوں کمپیوٹر کمپوزنگ تو نہیں تھی۔ پھر بھی کتابت و طباعت شاندار تھی۔

شرون کمارورما

امیر تر  
دیدہ زیب سرور ق صاف دیز کانفڈ اور کمپیوٹر کی طباعت تشفی بخش ہے مگر مشمولات یکسر ناقابل قبول۔ نظر میں قمر صدیقی اور عبدالنبی عزیز اور سعیم شہزاد کو سمیٹ لیں تو شمارہ غیر متوازن ہو جاتا ہے۔ جو گیندر پال کی موجودگی سے عدم موجودگی زیادہ بہتر تھی فاروقی صاحب کی شمولیت سے شمارہ بھاری بھر کم ضرور ہوا، مگر رباعیات ایسی نہیں کہ سرد ہنا جائے ہر چند کہ آدھے سے زیادہ شریک قلم کار معروف ہیں۔ مگر ایک دو کو چھوڑ کر بہت سے تیرے چوتھے اور پانچویں درجے کی چیزیں اشاعت کیلئے بھیجیں۔

اچھے خاصے افانہ نگار شرون کمار شعر گوئی کے شوق میں اپنی مٹی پلید کر رہے ہیں۔ ظفر اقبال ظفر اور رئیس الدین رئیس پر نظر ٹھہر تی ہے۔ آپ کی لاعلمی کے سبب مقامی سطح پر مجھے ندامت کا سامنا کرنا پڑ رہا ہے ہوا یہ ہے کہ آپ نے ظفر اقبال ظفر کو مجھ سے پہلے شائع کر دیا ہے فتح پور کے تخلیق کاروں کا گھر آنکن کان پور ہے۔ تمام کے تمام الہ ہنر کے حدود دوالم سے الہ کان پور متعارف ہیں۔ ظفر اقبال کی مدت سخن، میری سعّت کے نصف سے بھی کم ہے۔ جو نیر تو غلام مرتضی را ہی بھی ہیں۔

زیر شفافی  
کانپور  
اردو چینل کا تازہ شمارہ ملا۔ شکریہ۔ تم لوگوں کی

ستمبر

رہنا چاہئے۔

مرا د آباد

زیر نظر شمارہ کا سرور ق براہی جاذب نظر ہے۔ مشمولات میں منتخب افسانے اور مضمایں خوب ہیں۔ حصہ نظم میں غزلیں نظمیوں پر حادی رہیں۔ "نی تسل اور سیکھنے کی ضرورت کا احساس" کے تحت آپ نے نہ صرف صورت حال کا جائزہ لیا ہے بلکہ اردو کے اساتذہ کو اپنے اپنے گریبانوں میں جھانکنے اپنے آپ کو ٹوٹنے کی دعوت بھی دی ہے۔ عرصہ قبل میں نے ایک قطعہ کہا تھا جو آپ کے اسی نقطہ نظر کو پیش کرتا ہے، جس سے اردو کے کئی اساتذہ مجھ سے بدظن ہو گئے اور آج تک ہیں۔ قطعہ ہے

جنہیں پڑھنا نہیں آتا

پڑھانے پر ہیں وہ مامور

اسی کارن نئی پڑھی

ادب سے ہو رہی ہے دور

عبدالنبی عزیزی کا یہ کہنا بجا ہے کہ نئی نسل کو یہ معلوم ہونا چاہئے کہ لکھنے کیلئے پڑھنا اتنا ہی ضروری ہے۔ جتنا کہ بولنے کے لئے سننا، لیکن اس سے کون کافر انکار کر رہا ہے۔ یا کرتا ہے، اور پھر صرف نئی نسل سے واقف ہے؟ صاحب ہم نے ایسے ایسے (شاعر) لوگ دیکھے ہیں۔ (پرانی نسل کے) جو پڑھنے کو تصحیح اوقات سمجھتے ہیں۔ اور محنت پیش کرتے ہیں۔ کہ اگر پڑھیں گے تو وہی مضمایں ہماری غزل میں آ جائیں گے۔ اب اس کا کیا علاج۔

شیو گا (کرناک) ساجد حمید

یہ نہما سا پرچہ بہت خوبصورت اور معیاری ہے۔

لارڈ جیبل

محنت اور سلیمانی کی وجہ سے یہ رسالہ اپنے قدم جھاپکا ہے۔ اس بارگٹ اپ بھی بہت اچھا ہے۔ مگر اس میں بزرگوں کا عمل دغل اب بھی زیادہ ہے۔

لکھنؤ نیر مسعود

اردو و چینل کا تازہ شمارہ (جو لاہی) زیر مطالعہ ہے۔

سرور ق دیدہ زیب ہے۔ کتابت طباعت بھی رسالے کی عمدگی کی مثال ہیں۔ دیگر کالم کے ساتھ ساتھ علم عروض کا کالم بہت ہی بہتر ہے۔ اگر "ائز و یو" کا سلسلہ بھی شروع کر لیا جائے تو کچھ اہم شخصیتوں سے نصف ملاقات بھی ہو جائے۔ غزلوں میں شرون مکار و رما اور اختر جمال صاحب کی غزلیں متاثر کرتی ہیں جامد اقبال صدیقی نے اس بارے مایوس کیا۔

سراج طاہر

اردو و چینل مشمولات کے لحاظ سے تو سندرہی چلا تھا۔ اس بار کتابت طباعت کی صفائی نے اس کی رقت بڑھادی ہے۔ غزلیں، نظمیں اور مفہومیں رسالے کی سنجیدگی کا پتہ دیتے ہیں۔ عبید اعظم اعظمی کے "علم عروض" سے ممکن ہے کچھ لوگ بد کتے ہوں لیکن اگر علم عروض کا شاعر کے سر پر سوار رہنا ضروری نہیں تو کم از کم اس کی بنیادوں سے داقیت انتہائی ضروری ہے کہ وہ اس ضمن میں فاش اور یہ ن غلطیاں نہ کرے۔ اردو غزل ایک بحث اچھا فیچر ہے۔ مگر اس سے بحق شہاب اختر کی رائے کا اظہار و تخصیص بے محل اور غیر ضروری ہے۔

ممبی

عبدالاحد ساز

حالیہ شمارہ بے حد و قیع ہے اور ہو بھی کیوں نہ تم

نے محنت ہی اتنی کی ہے۔ فاروقی کی رہنمائی ازیز شفافی رووف خیر، شرون مکار و رما، خالد عبادی اور دیگر حضرات کی غزلیں (حالانکہ میں ان کی ترتیب سے متاخر نہیں ہوں) اور خصوصی طور پر قاضی افضل حسین اور سلیم شہزاد کے حالات، یہ سب چیزیں مل کر رسالہ کو ایک وقار بخشتی ہیں۔ اور ہاں تمہارے اواریہ کے علاوہ مجھے تمہاری نظم بے حد پسند آئی۔ تمہاری نظم کا تجزیہ انگریزی میں اس پائے کا نہیں ہے جس کی یہ نظم متاخنی ہے۔ Element میں بنیادی طور پر Fire, Air Water & Earth جیسا کہ محمد عثمان نے کیا ہے۔ مٹی محسن Soil کے معنوں میں یہاں استعمال نہیں کی گئی بلکہ زمین کی تہہ داری کے طور پر برقراری گئی ہے۔ اسی طرح اور جگہوں پر بھی محمد عثمان نے لفظی ترجمہ کا سہارا لیا ہے۔ جبکہ ایمن آتما، روح اور Soil کی طرف راغب ہوتا چاہئے۔ بہر کیف یہ ایک اچھی کوشش اور سعی ہے۔ انہیں چاہئے کہ وہ اور شعراء کو بھی انگریزی کے قالب میں ڈھالیں اور تم اپنے ہر شمارہ میں چھاپو۔

دھرم شالہ کرشن مکار طور  
میگرین کے مشمولات اس کی چھٹی کھاتے ہیں کہ عصری ادب اور بطور خاص تی نسل کا یہ با معنی اور منفرد آرگن ہے۔ قاضی افضل حسین کے ادبی تجربے کی معنویت میں انگریزی وسعت اور تخلیقی صداقت کا پر تو جھلکتا ہے زیر شفافی ہر عہد میں تازہ دم نظر آتے ہیں۔

شیم قاسمی

پشنے

# ODE TO A LEADER

BY NIDA FAZLI

I Knew  
 You are responsible for all the mayhem,  
 For broken pieces of the sun,  
 For the shattered moon,  
 For blackened heaven,  
 For curfew-stricken playgrounds,  
 For crying and mourning mothers,  
 I know,  
 That the destruction all around is the symbol of a political gimmick.  
 You don't love the Hindu,  
 Nor hate the Muslim  
 Your religion Since centuries was business  
 But how can I accuse you  
 I can't prove it in the court  
 You don't have a knife in the pocket  
 Nor handgranade in you hand  
 "Your chariot had the flag of Maryadapurshottam"

*Translated by  
 Mohammed Osman*

\* *Maryadapurshottam is the image of God Ram in Hindu*

ندا فضلی

ایک قومی رہنماء کے نام

جسے معلوم ہے  
 تمہارے نام سے مشوب ہیں  
 تو نہ ہوئے سورج  
 شکست چاہد  
 کالا آسمان  
 کر فیروز دہرا جیس  
 سلسلہ کھیل کے میدان  
 رو تی چینتی ماں  
 مجھے معلوم ہے  
 چاروں طرف  
 جو یہ چاہی ہے  
 حکومت میں  
 سیاست کے تاثے کی گواہی ہے  
 تھیں!  
 بندوں کی چاہت ہے  
 ن مسلم سے عداوت ہے  
 تمہارا دھرم!  
 صدیوں سے تجارت تھا  
 تجارت ہے  
 مجھے معلوم ہے لیکن  
 تھیں!  
 مجرم کبیوں کیے  
 عدالت میں  
 تمہارے جرم کو ثابت کروں کیے  
 تمہاری جیب میں خیز  
 شہادتوں میں  
 کوئی برم تھا  
 تمہارے رنج پر  
 مریادا پر شوکم کا پرچم تھا

ستمبر

لارڈ فوجین

LITERARY MAGAZINE ADABI **URDU CHANNEL** MONTHLY

SEPTEMBER - 1999

7/3121 GAJANAN COLONY, GOVANDI, MUMBAI-43.

روزنامہ انقلاب کی ۲۱ ویں سالگرہ پر

ادارہ لومی اردو چینل کی مبارک باد

شمارہ ۳۰۰ میں دیکھئے

مابناہم لومی اردو چینل

کا ایک اور روپ

Qtrly **URDU CHANNEL** Literary

مدیران

قرصانی

عبد العظیم عظیمی

خصوصی تعاون

محمد عثمان

قاسم ندیم

تین میئے میں شائع ہونے والی اردو کی بہترین تخلیقات کا انگریزی ترجمہ